عبادت
حقیقت کے آئینہ میں

تالیف

ڈاکٹر شاہ شاہد رشید صابری

حصہ (پنجم و ششم)

مؤلف:

الحاج شاہ رشید احمد تنویرؔ
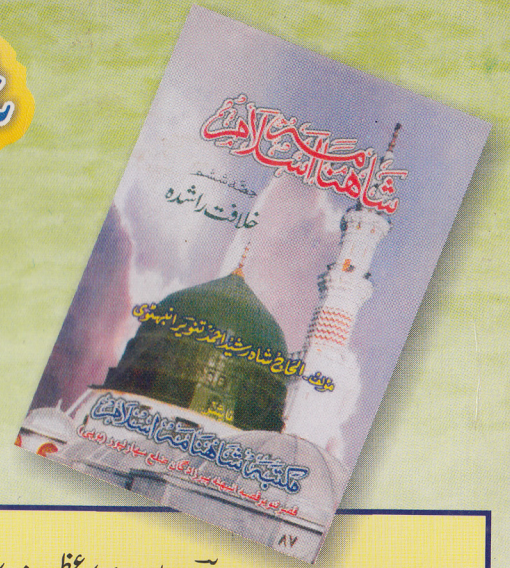
جناب حفیظؔ جالندھری کا عظیم شاہکار شاہ نامہ اسلام کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ حفیظؔ صاحب نے اس کے چار حصے جنگِ احزاب تک منظوم کر کے بقایا کام آنے والی نسلوں کے لئے چھوڑ دیا تھا۔ یقیناً یہ ایک چیلنج تھا۔ جس کو اب تک کسی بھی صاحب قلم نے چھونے کی ہمت نہیں کی تھی۔ خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس بقایا کام کی تکمیل کا بیڑا الحاج شاہ رشید احمد تنویرؔ نے اٹھایا اور جنگ احزاب کے آخری پس منظر سے وفات سرور کونین تک حصہ پنجم میں اور خلافتِ راشدہ تک حصہ ششم نہایت سلیس اور شائستہ اردو میں منظوم فرما کر عظیم کارنامہ انجام دیا ہے۔ حق تعالیٰ شانہٗ سے دعاء ہے کہ اس کاوش کو مؤلف کے حق میں ذخیرۂ آخرت بنادے۔ آمین

یہ دونوں حصے چھپ کر منظر عام پر آگئے ہیں۔ آپ حضرات سے گذارش ہے کہ اپنی شاہ نامہ کتاب مکمل کرنے کے لئے آرڈر ضرور ارسال فرمائیں۔

ڈاکٹر شاہ شاہد رشید صابری

گلشنِ تنویر، محلّہ ڈھیوڑھیان، قصبہ انبہٹہ پیرزادگان، ضلع سہارنپور، پن کوڈ - ۲۴۷۳۴۱

فون: ۰۱۳۳۱-۲۲۵۲۲۹

عبادت
حقیقت کے آئینہ میں

تالیف
ڈاکٹر شاہ شاہد رشید صابری

ناشران
شاہ سعد رشید اور شاہ اسعد رشید
گلشن تنویر محلّہ ڈیوڑھیان انبہٹہ پیرزادگان ضلع سہارنپور یوپی

نام کتاب:۔ عبادت حقیقت کے آئینہ میں

مؤلف:۔ ڈاکٹر شاہ شاہد رشید صابری

سن اشاعت:۔ جنوری ۲۰۰۵ء

تعداد اشاعت:۔ ایک ہزار

قیمت:۔ اندرون- ملک ستّر روپیہ

بیرونِ ملک- پانچ امریکی ڈالر

طابع:۔ ایم ایم اسپیڈو پرنٹ، فون:9719094073

ناشران

شاہ سعد رشید اور شاہ اسعد رشید

گلشن تنویر محلّہ ڈیوڑھیان

انبہٹہ پیرزادگان ضلع سہارنپور یوپی

فون نمبر- 01331-225229

موبائل- 9412233450

فہرست

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

تعارف

ڈاکٹر شاہد رشید صاحب کا احقر سے خاندانی تعلق بھی ہے اور فنی بھی۔ ان کے اسکول اقراء کی تاسیس کے مواقع میں ان سے ملاقاتیں ہوئی اور ان کی دینی تڑپ اور خدمت ملت کا جذبہ قریب سے دیکھا ماشاء اللہ ان کا ارادہ اب پروان چڑھا اور خوشتام ہوگیا، اور شاندار اقراء انٹر کالج کی شکل میں منظر عام پر آیا۔ آج اس کتاب کو دیکھ کر ان کا دینی فکر سامنے آیا ہے ’’فجزاک اللہ تعالیٰ فی الدارین‘‘ ایک طبیب اور ڈاکٹر کے فکر اور قلم سے ایک دینی فکر کی تالیف امید افزا ہے، ان شاء اللہ عنقریب امت سیدنا ومولانا محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں ایسے افراد وجود میں آئیں گے جو بیک وقت کئی قسم کے دینی اور دنیوی کام مختصر وقت میں انجام دینگے ان شاء اللہ۔

اللہ پاک ڈاکٹر صاحب کی جملہ مساعی اور اس سعی رشید کو بھی امت مسلمہ کے لئے قبول فرما کر ماجور فرمائے۔

والسلام بندہ محمد محمود اجمیری

انتساب

والد محترم الحاج شاہ رشید احمد تنویرؒ (مرحوم)

(مصنف شاہ نامہ اسلام)

جن کی دینی علمی اور سماجی کارناموں سے میری حوصلہ افزائی ہوتی رہی۔

اور

والدہ محترمہ نور الٰہی صاحبہؒ (مرحومہ)

جن کی دعاؤں کی بدولت مجھکو یہ سعادت حاصل ہوئی۔

اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے کہ وہ دونوں کو جنّت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے (آمین)

پیش لفظ

زندگی یوں تو ہے انسان کی فطرت لیکن ☆ ناز جس پہ کریں سجدے وہ جبیں پیدا کر

جگر

عبادت کیا ہے؟ اللہ کے احکام کے مطابق سر تسلیم خم کر دینا۔ ہر وہ کام جس کو اللہ تعالیٰ نے کرنے کا حکم دیا اس کو خوش دلی سے انجام دینا اور ہر اس کام سے رک جانا جس کو اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہماری عبادت ہے اس میں نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج بھی آجاتے ہیں اور اخلاقیات و معاملات، رہن سہن کے طریقے بھی آجاتے ہیں۔ نماز، روزہ زکوٰۃ اور حج بھی ہم کو اللہ کے احکام کے مطابق زندگی گذارنے کا طریقہ سکھاتے ہیں اور نیک کاموں کو کرنے اور برے کاموں سے بچنے کا خوف عطاء کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ہر عبادت کا ایک مقصد بیان فرمادیا۔ جیسے نماز کا مقصد فحشاء و منکرات سے بچنا۔ روزہ کا مقصد تقویٰ حاصل ہونا۔ زکوٰۃ کا مقصد لوگوں کے لئے خیر خواہی کا جذبہ پیدا ہونا اور حج کا مقصد تقویٰ اور اتحاد و بھائی چارہ پیدا ہونا وغیرہ اگر ہم ان عبادات کو ان کی حقیقت کے ساتھ ادا کرینگے تو ہم اسلام کی صحیح روح کو سمجھ سکیں گے اور اس عبادت کو کرنے میں فرحت محسوس کرینگے ہر عبادت پر اللہ تعالیٰ نے جو بڑے بڑے اجر و ثواب کا وعدہ فرمایا ہے وہ ہم کو تبھی حاصل ہوگا

جب ہم اس عبادت کے اصل مقصد کو سمجھ کر ادا کرینگے۔ اسی چیز کو مدنظر رکھ کر یہ کتاب لکھی گئی۔ اس کتاب میں نہ تو مسائل سے بحث ہے اور نہ فضائل سے صرف قرآن پاک میں جو اس عبادت کا مقصد بیان فرمایا ہے یا حدیث پاک میں اس کی وضاحت فرمائی گئی ہے اس کو ہی مدنظر رکھا گیا ہے۔ بیان کو عام فہم رکھنے کی کوشش کی گئی ہے مگر جہاں ٹیکنیکل اصطلاحات ضروری تھیں ان کو تحریر میں لیا گیا۔ اس تالیف میں انتہائی حزم اور احتیاط کے ساتھ مستند اور معتبر روایات اور موضوع سے متعلق قرآنی آیات کو درج کیا گیا ہے تاکہ کوئی ایسی بات نہ تحریر ہو جائے جو حقیقت سے باہر ہو۔ پھر بھی مجھکو اپنی کم علمی اور قصور فہم کا پورا احساس ہے اور میں مطلق اس خوش فہمی میں مبتلا نہیں کہ میں نے اس موضوع کا حق ادا کر دیا۔ لیکن بصیرت کے مطابق جو کچھ سمجھ سکا اس کو آپ کے سامنے پیش کرنے کی جرأت کی ہے۔ ظاہر ہے کہ اس میں مجھ سے بہت سی غلطیاں ہوئی ہونگی بہت جگہ بھٹکا ہونگا۔ اب صاحب علم وبصیرت سے یہ امید کرتا ہوں کہ وہ میری کوتاہیوں سے مجھکو آگاہ کریں گے اور اگر پسند آجائے تو میری حوصلہ افزائی فرمائینگے۔

میں شکرگذار ہوں جناب مولانا نور عالم خلیل امینی استاد ادب عربی و رئیس تحریر مجلّہ الداعی عربی دار العلوم دیوبند کا کہ ادنی کوشش کو بڑے غور سے مکمل پڑھا اور میرا حوصلہ بڑھایا اور اپنی ماہرانہ اور ادیبانہ رائے کو اس کتاب میں شامل فرمایا۔

اور مشکور ہوں برادر محترم حکیم شاہ افضال احمد صاحب مرحوم (اللہ تعالیٰ

ان کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین) کا جو دوران تحریر اپنے مفید مشوروں سے نوازتے رہے۔ اور مشکور ہوں حافظ منتصر صاحب کا جنھوں نے مسودہ کی صاف کاپی تیار کرنے میں مدد فرمائی اور دوران تصنیف مفید مشورے دئے۔

آخر میں اپنی کوتاہیوں اور غلطیوں کے لئے بارگاہ ایزدی میں معافی کا خواستگار ہوں۔ اور دعا کرتا ہوں کہ وہ اسلام کی روح صحیح پر حقیقت سے ہم کو نواز دے (آمین)

ڈاکٹر شاہ شاہد رشید صابری

۱۰/مئی ۲۰۰۳ء ۱۲/ربیع الاول ۱۴۲۴ھ

تعارفی کلمات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ و کفی و سلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

ڈاکٹر شاہ شاہد رشید صابری صاحب کی کتاب ’’عبادت حقیقت کے آئینہ میں‘‘ میں نے تقریباً بالاستیعاب دیکھی ہے۔ اس موضوع پر چھوٹی اور بڑی بہت سی کتابیں تالیف ہوئی ہیں؛ لیکن یہ کتاب اس موضوع پر اچھا اضافہ ہے چونکہ یہ کتاب عوام کے لیے لکھی گئی ہے؛ اس لیے عوام کی فہم وفراست کا مکمل لحاظ رکھا گیا ہے۔ اسلام اور ایمان وتوحید اور ارکان اربعہ کی حقیقت ومصلحت کو عام فہم زبان میں اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ پڑھنے والے کو دین کے ارکان پر عمل پیرا ہونے کی ترغیب ہوتی ہے اور یہی اس کتاب کا اصل مقصد بھی ہے کہ عام لوگوں کو دین پر چلنے اور اس کے احکام کی بجا آوری کی توفیق ہو اور وہ اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرکے، دنیا وآخرت کی شادکامیوں اور کامرانیوں سے ہم کنار ہوکے رب کریم کی بخشش اور اس کی جنت کے مستحق بن سکیں کہ اصل کامیابی ایک مومن کے لیے یہی کامیابی ہے ’’وَمَن زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الجنَّةَ فَقَدْ

فازَ‘‘ (پھر جو کوئی دور کیا گیا دوزخ سے اور داخل کیا گیا جنت میں، اس کا کام تو بن گیا)

لوگوں کو دین کی طرف راغب کرنا اور ان کے اندر احکام دین پر عمل پیرا ہونے کا جذبہ بیدار کرنا اعلیٰ درجے کا کام ہے؛ کیوں کہ یہ تبلیغ ودعوت کا نبوی کام ہے۔ ہمارے قول وعمل اور زبان وبیان وقلم سے اگر کسی کو دین پر چلنے کی توفیق حاصل ہوجاتی ہے تو یقیناً ہمیں اس کا ثواب ملے گا؛ لیکن خود توفیق پانے والے کے ثواب میں سے کچھ بھی کم نہیں کیا جائے گا کہ اللہ بڑا کریم ہے، اس کی رحمت کی وسعت لامحدود ہے، ہر ایک کو نوازنے کے بعد بھی اس کے خزانے میں کوئی کمی واقع نہیں ہوگی۔ توقع ہے کہ یہ کتاب اپنے مقصد میں ہر طرح کامیاب ثابت ہوگی، بہت سے بندگان خدا کے لیے دینی ہدایت اور دین کے احکام پر عمل پیرا ہونے کا ذریعہ بن کے مؤلف کے لیے وسیلۂ نجات اخروی وسعادت دنیوی ثابت ہوگی۔ اللہ کا درود وسلام ہو ہمارے نبی محمد ﷺ اور آپ کے اصحاب وآل پر اور ان تمام لوگوں پر جو قیامت تک آپ کی ٹھیک ٹھیک پیروی کرتے رہیں گے اور تمام تعریفیں اللہ جل شانہ کے لیے ہیں۔

(مولانا) نور عالم خلیل امینی

استاذ ادب عربی ورئیس تحریر مجلّہ ’’الداعی‘‘ عربی

دار العلوم دیوبند

اسلام کیا ہے

اسلام کے معنی ہیں اطاعت فرماں برداری، جھک جانا سر تسلیم خم کرنا اپنے آپکو اللہ کے احکام کا پابند بنالینا۔ جب آدمی اسلام میں داخل ہوجاتا ہے تو اسکی پوری زندگی اسلامی اصولوں کی پابند ہوجاتی ہے یعنی وہ اپنی زندگی کو خدا کے احکام کے سامنے قربان کردیتا ہے۔ کائنات کی ہر شے احکام خداوندی کے سامنے سجدہ ریز ہے وہ ان قوانین کی پوری پوری اطاعت کرتی ہے جسکی وجہ سے نظام کائنات نہایت اعتدال اور توازن کیساتھ قائم ہے۔ اس روش اور طریق کو جس پر کائنات چل رہی ہے اسلام سے تعبیر کیا گیا ہے۔ جسطرح کائنات کی ہر شے کیلئے خدا نے قوانین مقرر و متعین کئے ہیں اسی طرح انسانی زندگی کیلئے بھی قوانین وضابطہ بنائے ہیں۔ اس ضابطۂ قوانین کو "الدین" کہا گیا ہے۔ اور وہ طریق جس پر چل کر انسان اس ضابطہ زندگی پر عمل اختیار کرتا ہے "الاسلام" کہلاتا ہے اور اس طریق کو اختیار کرنے والا "مسلم" کہلاتا ہے۔ ان احکام خداوندی پر عمل کر کے انسان خود بھی سلامتی سے رہتا ہے اور دنیا کو بھی امن وسلامتی کی ضمانت دیتا ہے۔ وہ قوانین خداوندی جنکے مطابق انسان کو چلنا مقصود ہے مکمل شکل میں قرآن کریم میں محفوظ ہیں اسلئے اسلام کے معنی ہوئے قرآنی قوانین یا احکام واصول کے مطابق عملاً زندگی گذارنا اور قرآن کریم کی صداقتوں پر پورا پورا یقین رکھنا اور قول وفعل ظاہر وباطن سے اسکا ثبوت دینا وغیرہ وغیرہ۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَآفَّۃً

"اے ایمان والو اسلام میں پورے پورے داخل ہوجاؤ"

قرآن کریم میں ایمان والوں سے خطاب ہوا ہے کہ جن لوگوں نے اسلام کی صداقتوں کو مان لیا اور اللہ کو اپنا معبود بنالیا اور اپنے آپ کو اس نظام اسلام سے ہم آہنگ کرلیا تو وہ لوگ اسلام کی ہر ہر تعلیم پر عمل پیرا ہوجائیں اور احکام خداوندی کے مطابق اپنی زندگی گذاریں وہ احکام وقوانین ہم کو نبی اکرم ﷺ کے ذریعہ قرآن کریم اور ان کی سیرت میں ملیں گے اس کے ساتھ ساتھ ہمکو تمام سابقہ نبیوں اور تمام آسمانی کتابوں پر بھی ایمان لانا ہوگا مگر عمل ہم کو صرف قرآن کریم کی تعلیم پر ہی کرنا ہے۔ کیونکہ سابقہ کتابیں اپنی اصلی حالت پر موجود نہیں ہیں ان میں بہت سی ترمیمات ہوچکی ہیں مگر قرآن کریم اپنی اصلی حالت میں ہمارے پاس آج بھی موجود ہے ہم کو اس کی رہنمائی میں صراط مستقیم پر چلنا ہے۔

اس راستہ میں بہت صبر آزماں مرحلے آئیں گے جان کی بھی قربانی دینی پڑے گی مال بھی قربان کرنا ہوگا مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑیں گے ستائے جائیں گے مگر اس امتحان میں جو ثابت قدم رہیگا خدا کی شاباشیں اور رحمتیں اس کے حصہ میں آئیں گی اور ایسے ہی لوگ ہدایت والے ہوں گے اور اسلام کے سچے سپاہی قرار دئے جائیں گے وہ اس دنیا میں بھی کامیابی حاصل کریں گے اور آخرت میں بھی اور جنت الفردوس کے اصل شہری قرار پائیں گے۔

عبادت

عبد کے معنی غلام کے ہیں اس لئے عبادت کے معنی ہوئے غلامی قبول کرنا، اطاعت اختیار کرنا احکام خداوندی کی پابندیاں اپنے اوپر عائد کرنا یعنی جو احکام اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں نبی کریم ﷺ کے ذریعہ اور جو آپ ﷺ کی سیرت میں موجود ہیں انکا بخوشی پابند ہوجانا عبادت کہلاتا ہے۔ اسمیں نماز، روزہ، حج، اور زکوۃ بھی آجاتے ہیں اور زندگی گذارنے کے دوسرے تمام طریقے بھی آجاتے ہیں۔ (''ایاک نعبد'' ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں۔ یعنی ہم تمام احکام خداوندی کی پابندی کرتے ہیں۔

اسلامی عبادات ہم کو یہی سکھاتی ہیں کہ ہم اللہ کے احکامات کی اطاعت کریں ہر وہ کام عبادت ہے جو اللہ کے حکم کے مطابق کیا جائے چاہے وہ ارکان اسلام ہوں یا خرید و فروخت خانگی تعلقات معاشی سرگرمیاں، اخلاق، باہمی معاملات، یا باہمی روابط و تعلقات، حقوق و فرائض، لین دین، بیاہ و شادی، محنت و مزدوری، اور تجارت و زراعت، غرض زندگی کے ہر شعبہ میں اللہ کے حکموں کو پیش نظر رکھکر جو بھی عمل کیا جائے وہ ہماری عبادت بن جائیگا اور ان سب احکام پر عمل کرنے والا ہی ''عابد'' کہلاتا ہے۔ اس کائنات کا ذرہ ذرہ اللہ کے حکم کے مطابق مصروف عمل ہے سورج چاند سیارے سب اپنے اپنے دائرے (orbit) میں گھوم رہے ہیں اور سب تابعدار ہیں اسکے حکم کے۔

لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِيْ لَهَآ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ۭ وَكُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ۳۶/۴۰

''نہ سورج کے بس میں ہے کہ چاند کو پکڑ لے۔ اور نہ رات دن سے پہلے آسکتی ہے''

دنیا میں لاتعداد چیزیں ہیں مگر سب کی اپنی اپنی انفرادیت ہے۔ ہر چیز وہی متعین کردار ادا کررہی ہے جو اس کو ادا کرنا چاہئے وہ ہر چیز کو اپنے خصوصی وظیفہ میں لگائے ہوئے ہے ہر چیز کو اپنی عبادت کا طریقہ معلوم ہے۔ پیڑ و پودھے، چرند و پرند، سب ہی اپنے رب کے بتائے ہوئے طریقوں پر بڑی مستعدی سے عمل کررہے ہیں یہی ان کی عبادت ہے کائنات کی ہر شے کو خدا نے اپنی عبادت کا پابند بنادیا ہے مگر انسان کو اپنے احکامات دے کر آزاد چھوڑ دیا ہے اب چاہے تو وہ اللہ کے حکموں پر چل کر اس کا عبادت گذار بندہ بن جائے اور اللہ کے انعام یافتہ لوگوں میں شامل ہوجائے اور چاہے ان کی حکم عدولی کرکے اللہ کے غضب کا مستحق ہوجائے اور چاہے بھٹکے ہوئے لوگوں کی جماعت میں شامل ہوجائے۔ جو بھی احکام خداوندی کے مطابق عمل کرے گا وہ اس دنیا میں بھی کامیاب ہوگا اور آخرت میں بھی اور جو حکم عدولی کرے گا وہ اس دنیا میں بھی ناکام اور آخرت میں بھی اس کے حصہ میں جہنم کے سوا کچھ نہ ہوگا۔

ارکان اسلام: نماز روزہ حج زکوۃ ہم کو اللہ کے حکموں کے مطابق چلنے کا پابند بناتے ہیں جب ہم ان ارکان کو خشوع وخضوع اور اخلاص اور اوقات

کی پابندی کے ساتھ ادا کرتے ہیں تو ہم کو اللہ کے تمام احکامات پر چلنے میں استقامت نصیب ہو جاتی ہے ہر عبادت کو ادا کرنے میں جہاں ثواب ہوتا ہے وہیں اللہ تعالیٰ نے اس کا مقصد بھی بتا دیا ہے جیسے نماز کا مقصد فحشاء ومنکرات سے بچنا عاجزی وانکساری پیدا ہونا وغیرہ ''روزہ'' کا مقصد تقوی اور صبر وشکر بتایا گیا ہے زکوۃ کا مقصد حب مال سے بچنا اور دوسروں کے لئے خیر خواہی کا جذبہ پیدا ہونا حج کا مقصد تقوی اتحاد وصبر و برداشت کا جذبہ پیدا ہونا وغیرہ۔

جب ان عبادات کو ہم انکی صحیح روح کے ساتھ ادا کریں گے تو ہماری پوری زندگی اللہ کے حکموں کے مطابق بن جائیگی اور ہم پکے سچے مسلمان بن جائینگے، جب تک ہماری عبادات میں روح پیدا نہیں ہوگی ہم صرف عبادات کے نام پر رسمیں پوری کرتے رہیں گے اور عبادات سے جو فوائد ونتائج حاصل ہونے چاہئیں وہ نہ ہو پائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اسلامی عبادات کو پوری روح کے ساتھ ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

ایمان

خرد نے کہہ بھی دیا لاالہ تو کیا حاصل
دل ونگاہ مسلمان نہیں تو کچھ بھی نہیں

اقبالؔ

اسلام کا سب سے پہلا ستون اور پہلا بنیادی عمل توحید ورسالت کا اقرار کرنا ہے یہ ایک ایسا عمل ہے جو سب سے پہلے زبان سے ادا کیا جاتا ہے اور پھر اس کا عمل ہماری زندگی میں آتا ہے جب انسان اس کلمہ کو زبان سے ادا کرتا ہے تو وہ دائرہ اسلام میں داخل ہو جاتا ہے یعنی وہ اسلامی مکتب کا ایک طالب علم بن جاتا ہے وہ کلمہ ہے۔

لاالہ الاالله محمد رسول الله

''نہیں کوئی معبود سوا اللہ کے اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں''

یعنی اس کلمہ کو پڑھ لینے کے بعد طالب علم یہ اقرار کرلیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو اصول وقوانین اور زندگی گذارنے کا پورا نظام حضور اقدس ﷺ کے ذریعہ بھیجا ہے اسکا میں صدق دل سے اقرار کرتا ہوں اور اس پر عملی طور سے گامزن رہنے کا وعدہ کرتا ہوں جب آدمی زبان سے اور عملی طور سے اس کا ثبوت دیدیتا ہے تو وہ مسلم کہلاتا ہے اور مکتب اسلام کا طالب علم بن جاتا ہے۔

جیسے ہم کسی کالج میں داخلہ لیتے ہیں تو سب سے پہلے ایک فارم بھرنا ہوتا ہے جس پر کالج کے قانون وضوابط (Rules and Regulation) درج ہوتے ہیں انکو پڑھ کر اور مان کر جب کوئی شخص اس پر دستخط کر دیتا ہے تب وہ اس کالج کا طالب علم قرار پاتا ہے اور اس ادارہ کے قانون وضوابط اس پر پورے طور پر لاگو ہو جاتے ہیں۔ اب اس کو پابندیٔ وقت کے ساتھ اور کالج کے قانون وضوابط کے مطابق کالج میں رہنا ہوگا اور نصاب تعلیم (syllabus) کے مطابق امتحان کی تیاری کرنی ہوگی۔ طالب علم تب ہی امتحان میں کامیاب ہوگا جب وہ ان سب باتوں پر محنت اور ایمانداری کے ساتھ عمل کریگا اور امتحان کے وقت نصاب تعلیم کے مطابق اپنے جوابات کاپی میں درج کرے گا۔ اب اگر وہ کامیاب ہونے کے لئے متعین نمبر حاصل کرلیتا ہے تو وہ کامیاب ہو جاتا ہے اور اگر متعین نمبر حاصل نہیں کرتا تو وہ ناکام قرار پاتا ہے۔ اب اس کی آہ وزاری وافسوس اسکے سال کو بچا نہیں سکتا

اللہ تعالیٰ نے آخرت کے امتحان میں کامیابی کے لئے جو قانون وضوابط اور نظام زندگی عطا کیا ہے اس میں کامیابی کے لئے ہم کو کامیابی کے متعین نمبر یعنی آدھے سے کچھ زیادہ 50.1% فیصد نمبر حاصل کرنے ہونگے اگر یہ متعین نمبر ہم نے حاصل کرلئے تو ہم کامیاب ہو جائینگے اگر متعین نمبر سے کچھ کم یعنی 49.9% فیصد نمبر حاصل کئے تو ہم ناکام ہو جائیں گے۔

فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ ۝ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۝ وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ ۝ فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ ۝ وَمَا اَدْرٰىكَ مَا هِيَهْ ۝ نَارٌ حَامِيَةٌ ۝

۱۰۱/۶/۱۱

"پھر جس شخص کا پلہ بھاری ہوگا وہ دل پسند آرام میں ہوگا اور جس شخص کا پلہ ہلکا ہوگا اس کا ٹھکانہ گڑھا ہوگا اور تم کیا جانو وہ کیا ہے بھڑکتی ہوئی آگ"

یعنی جس کے نیک اعمال کا پلڑا جھک جائیگا وہ کامیاب ہوگا اور عیش کے جھولے جھولیگا اور جنت اس کے حصہ میں آئیگی اور جس کے اعمال کا پلڑا اڑنے لگے گا اس کا ٹھکانہ دوزخ ہوگا اللہ تعالیٰ کے یہاں تو ذرہ ذرہ کا حساب رکھا جارہا ہے جیسا کہ فرمان الٰہی ہے

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۝

۹۹/۷/۸

"پس جس شخص نے ذرہ برابر نیکی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا اور جس شخص نے ذرہ برابر بدی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لیگا۔"

اگر ہم اعمال کی ترازو میں نیک عمل کے وزنی ذرے ڈالیں گے تو ترازو جھک جائیگی اور اگر ترازو میں بداعمالیوں کے ذرے ڈالینگے تو ہم ناکام اور نامراد ہو جائیں گے اور فیصلہ کے دن ہمکو کوئی مہلت بھی نہ دی جائیگی کہ ہم دوبارہ نیک اعمال کا پلڑا بھاری کرلیں دنیاوی امتحان میں تو ایک بار ناکام ہو جانے کے بعد یہ گنجائش ہوتی ہے کہ ہم دوبارہ تیاری کرکے کامیاب ہو جائیں مگر آخرت کے دن یہ مہلت نہیں دی جائیگی اللہ تعالیٰ کے یہاں تو اعمال کا حساب وکتاب ترازو سے ہوگا ایک ذرہ نیکی کے پلڑے کو جھکا دیگا اور ہم کامیاب ہو جائیں گے اور ایک ذرہ نیکی کا اگر کم ہو گیا یعنی پلڑا

اڑنے لگا تو ہم نا کام ہو جائیں گے عام طور سے جو کہا جاتا ہے کہ اللہ ذرہ نواز ہے وہ ذرہ نواز اسی طرح ہے کہ اگر ایک ذرہ نیکی کا بڑھ جائے تو انسان کامیاب اور ایک ذرہ برائی کا بڑھ جائے تو انسان نا کام ہو جائیگا اس طرح اللہ تعالیٰ کے یہاں ذرہ ذرہ کا حساب ہوتا ہے ایک ذرہ پر اللہ تعالیٰ چھوڑ دیتا ہے اور ایک ذرہ پر پکڑ لیتا ہے۔ اگر ہمارا ایک کام فلاح انسانیت کے لئے ایسا ہو جائے جس کا فیض تا قیامت لوگوں کو ہوتا رہے تو وہ ایک کام ہی اس کی بخشش کے لئے اور اس کے درجات کو بلند کرنے کے لئے کافی ہو جائیگا۔

اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ ۱۱/۱۱۴

"بیشک نیکیاں دور کرتی ہیں برائیوں کو"

یعنی نیک اعمال برائیوں کا بدل بن جاتے ہیں اگر بھولے سے ہم سے برائی سرزد ہو جائے تو اسکا بدلا یہ ہے کہ ہم توبہ کریں اور اپنی لغزشوں سے باز آجائیں اور اس کے تدارک کے لئے نیک اعمال میں زیادتی کردیں کیونکہ ہمکو معلوم ہے کہ اگر نیک اعمال کا پلڑا جھک گیا تو اللہ تعالیٰ ہماری برائیوں اور لغزشوں کو نظر انداز فرمادیگا۔

اب یہ دیکھتے ہیں کہ یہ نیک اعمال کیسے برائیوں کا بدل بن جاتے ہیں جیسا کہ اس سے قبل بتایا گیا کہ اگر ہمارے نیک اعمال کچھ زیادہ یعنی (50.1%) ہو جائیں تو ہم کامیاب ہو جائیں گے جب کہ آدھے سے کم یعنی (49.9%) ہماری برائیاں بھی شامل تھیں یعنی آدھے سے کچھ کم (49.9%) ہمارے جوابات غلط تھے لیکن صرف ایک پائنٹ (ذرہ) سے

پلڑا جھک جانے سے ہمارے گناہ ذائل ہو گئے یعنی ہمارے گناہ بھی نیکیوں میں بدل گئے اور ہم کامیاب قرار پاتے ہیں۔ نیک اعمال زیادہ ہونیکی وجہ سے ہماری برائیاں معاف کردی جاتی ہیں اور ہم کامیاب قرار پاتے ہیں۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ ۳/۲۲

"یہی وہ لوگ ہیں جن کے اعمال دنیا و آخرت میں ضائع ہو گئے"

یعنی جس نے کامیابی کے متعین نمبروں سے کم نمبر (49.9%) حاصل کئے وہ نا کام ہو جائیگا یعنی اس کے 49.9% صحیح جوابات رائیگاں چلے جائینگے برے اعمال کچھ زیادہ 50.1% ہونے سے سب اچھے اعمال بھی ضائع ہو جاتے ہیں ایمان لے آنے کے بعد ہم کو چاہئے کہ قرآن کریم کے متعین کردہ نصاب اور حضور اکرم ﷺ کے بتائے ہوئے راستہ پر پورا پورا عمل کریں اور اپنے نیک اعمال کے پلڑے کو جھکانے کی کوشش میں اپنی زندگی کو لگادیں۔

اوپر کے مضمون میں ہم نے دیکھا کہ جو کالج کا طالب علم ہو جاتا ہے تو کالج کے قوانین اور ضوابط و نصابِ تعلیم اس پر ہی لاگو ہوتے ہیں اور وہی امتحان میں بیٹھنے کا اہل ہوتا ہے اور اسی کا سالانہ نتیجہ مرتب کیا جاتا ہے۔ اسی کا امتحان میں کامیابی و نا کامی کا اعلان ہوتا ہے اور جو کالج میں داخل ہی نہیں ہوا وہ بلا داخلہ ہی نا کام کہلائیگا اسی طرح جو شخص کلمہ طیبہ پڑھکر دائرہ اسلام میں داخل ہو جاتا ہے اس پر اسلام کے تمام احکام لاگو ہو جاتے ہیں اور وہ اسلام کا ایک رکن (Member) کہلاتا ہے اور جو اس سے انکار کرتا ہے وہ

کافر کہلاتا ہے اوراس کا نامہ اعمال مرتب ہی نہیں ہوتا۔

اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا لَا يَسْتَوُنَ. ۳۲/۱۸

"تو کیا جو مومن ہے وہ شخص اس جیسا ہوگا جو نافرمان ہے دونوں برابر نہیں ہوسکتے"

ایک ادارہ میں داخلہ لینے والا اگرچہ ناکام ہی ہوگیا ہو اوراس ایک آوارہ سڑک پر پھرنے والے میں کچھ نہ کچھ فرق تو ضرور پیدا ہوگا اسی طرح ایک گناہ گار ایمان والا اور ایک کافر کا انجام ایک کیسے ہوسکتا ہے گرچہ اسکا پلڑا ہلکا ہی کیوں نہ ہو آخرت میں بداعمال ایمان والا اپنے اعمال کے مطابق سزا کا مستحق ضرور قرار پائیگا اور اسکو اسکی بداعمالیوں کی سزا بھی قاعدے کے مطابق ملے گی مگر وہ ایک مدت کی سزا کے بعد دوزخ سے ضرور نکال لیا جائیگا مگر کافر کا دائمی طور پر ٹھکانہ دوزخ ہی ہوگا۔

"حضواقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ لاالہ الا اللہ سے نہ تو کوئی عمل بڑھ سکتا ہے اور نہ یہ کلمہ کسی گناہ کو چھوڑ سکتا ہے۔"

تمام نیک اعمال حتی کہ عبادات جسمانی، فعلی، اور مالی، بغیر ایمان کے قابل قبول نہیں یعنی ایک طرف دنیا کے تمام نیک اعمال والا ہو مگر ایمان سے محروم ہو اور دوسری طرف ایمان والا ہو اسکا کسی نہ کسی وقت جنت میں داخلہ ضرور ہوجائیگا جب آدمی ایمان لے آتا ہے تو اس سے یہ امید ہی نہیں کی جاسکتی کہ وہ کوئی گناہ کریگا اگر اس سے کوئی گناہ سرزد ہو بھی جائیگا تو توبہ کے بغیر اس کو چین ہی نہ ملے گا توبہ کے بعد وہ اس گناہ سے باز آجائیگا اور اس کا

تدارک نیک اعمال سے کرلیگا حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ جب بھی کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو کفارہ کے طور پر نیک کام کرلیا کرو۔

(حدیث)

نماز روزہ و قربانی و حج
یہ سب باقی ہے تو باقی نہیں ہے
اقبالؔ

نماز

ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

اقبالؔ

نماز،صلوٰۃ،ایمان کے بعد ہم کو دیکھنا ہے کہ وہ نصاب قواعد وضوابط کیا ہیں جن پر ہمکو عمل کرنا ہے اسمیں سب سے پہلے نماز کا نمبر آتا ہے نماز کو قرآن میں ''صلوٰۃ'' کہا گیا ہے لغت میں صلوٰۃ کے معنی ہیں کسی کے پیچھے متواتر اور مسلسل اتباع کرتے رہنا اتباع خداوندی کا مفہوم یہ ہے کہ ان فرائض وذمہ داریوں کو پوری پوری احتیاط کے ساتھ ادا کیا جائے جو قرآن کریم کی رو سے ہم پر عائد ہوتے ہیں اور ان کا مظاہرہ انفرادی نماز اور اجتماعی نماز میں ہوتا ہے قرآن کریم میں تقریباً بتیس (32) جگہ صلوٰۃ وزکوٰۃ کا ذکر بار بار آیا ہے اس سے اس بات کی اہمیت اور بڑھ جاتی ہے کہ اسلام میں صلوٰۃ وزکوٰۃ کتنی اہمیت رکھتی ہے یعنی ہماری صلوٰۃ ایسی ہو کہ ہم تمام احکام خداوندی کے مطابق اپنی زندگی کو گذاریں ہماری نماز علامتی نماز نہ ہو بلکہ باروح نماز ہو۔

نماز کیا ھے: اس رب العزت کی بارگاہ میں پنجگانہ حاضری دینا جس نے ہم کو اشرف المخلوقات بنایا اور بہترین ساخت (Structure) اور احسن تقویم پر پیدا کیا اور ایسی دنیا میں رکھا جو نہایت متوازن ہے اور اسمیں ہماری

ضروریات کا پہلے سے انتظام بھی کر دیا وافر مقدار میں ہوا (oxygen) جس میں ہم آسانی سے سانس لے سکیں اور وافر مقدار میں پانی کے ذخائر پیدا کئے جس سے ہم اپنی پیاس بجھا سکیں زمین سے طرح طرح کے پھل سبزیاں اناج (غلہ) اور دوسری کھانیکی اشیاء اور ہمارے استعمال کی دوسری چیزیں پیدا کیں اور اس کے ساتھ ساتھ نطق یعنی عقل عطا فرمائی اور ہماری ہدایت کے لئے ''کتاب روشن'' عطا فرمائی جس میں ہمکو زندگی گذارنیکی پوری پوری رہنمائی عطا کی اور یاددہانی کے لئے نبیوں کو وقتاً فوقتاً اس دنیا میں بھیجا قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس پوری کائنات کو ہمنے تمہارے لئے مسخر کر دیا یعنی تمہارے کنٹرول میں دیدیا اور ہم نے آفاق میں بھی اور تمہارے اندر بھی بہت سی نشانیاں رکھیں۔

سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ
أَنَّهُ الْحَقُّ ۔ ۴۱/۵۳

''ہم ان کو اپنی نشانیاں دکھائیں گے آفاق میں بھی اور خود ان کے اندر بھی یہاں تک کہ ان پر ظاہر ہو جائیگا یہ قرآن حق ہے''

ان نشانیوں پر جن لوگوں نے غور کیا وہ چاند اور سیاروں تک پہونچ گئے اور دنیا کے ہر میدان میں عقل کو دنگ کر دینے والے کارنامے انجام دئے جن کو آج ہم سب دیکھ رہے ہیں اور ان سے فیض حاصل کر رہے ہیں انفس (Humanbody) میں غور کرکے طب کے میدان میں بھی عجیب عجیب ایجادات ظہور میں آئیں اور یہ سلسلہ جاری ہے جس سے انسانیت

فیض حاصل کر رہی ہے پھر کیوں نہ ہم اس مالک کائنات کے دربار میں حاضری دیں اور سربسجود ہوں اور اسکا شکر بجالائیں اور سیکھیں کہ ان سب نعمتوں کو کس طرح احکام خداوندی کے مطابق استعمال میں لائیں اور اسکی مخلوق کو فائدہ پہونچائیں۔

نماز کا مقصد قرآن کریم میں:

اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ۲۹/۴۵

"بیشک نماز روکتی ہے بے حیایوں اور برائیوں سے"

یعنی ہم بری باتوں اور فحشاء سے رک جائیں اور اللہ تعالیٰ نے جن کاموں سے روکا ہے باز آجائیں یعنی کہ ہم سے اچھائی کے سوا کچھ سرزد نہ ہو ہم اسکی مخلوق کے لئے منافع بخش کام کریں اللہ کی کبریائی کو قائم کریں اللہ کی عظمتوں کا اقرار کریں اور اللہ ہی کو سب سے بڑا مانیں اپنے اندر عاجزی وانکساری پیدا کریں اتحاد سے رہنا سیکھیں معاملات ہمارے عمدہ ہوں حقوق وفرائض کا دھیان رکھیں ہمارے اخلاق برتر ہوں دنیا ہم سے اچھائی اور فیض کے علاوہ کچھ امید نہ رکھے ہم انسانیت کے لئے رحمت بنیں زحمت نہ بنیں ۔نماز یہی سکھاتی ہے کہ جیسے ہم نماز میں اللہ کے سامنے جھک رہے ہیں ایسے ہی نماز کے بعد جب ہم لوگوں کے درمیان آئیں تو وہاں بھی اسکے ہر حکم کے سامنے جھک جائیں۔

"پس اللہ کو وہ شخص بہت پسند ہے جو اس کی عیال کے ساتھ احسان

کرے" (حدیث)

اور قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

وَاَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْاَرْضِ ۱۳/۱۷

"اور جو چیز نفع پہونچانے والی ہے وہ زمین میں ٹھہر جاتی ہے"

یعنی زمین پر وہی باقی رہتا ہے جو لوگوں کے لئے فائدہ بخش ہو اور جو اسکی مخلوق کو نفع پہونچانے کی صلاحیت رکھتا ہو اور جو یہ صلاحیت باقی نہ رکھے اس کے لئے خدا کی بنائی ہوئی اس دنیا میں کوئی جگہ نہیں ہے اللہ تعالیٰ دنیا میں اسی کو عروج دیتا ہے جو اسکی مخلوق کے لئے فائدہ مند ہو۔

فلاح پانے والے

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ. ۲۳/۱-۲

"یقیناً فلاح پائی ایمان والوں نے جو اپنی نماز میں جھک جانے والے ہیں اور جو لغو باتوں سے اعراض کرتے ہیں"

مندرجہ بالا آیات اور ان جیسی متعدد دیگر آیات سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ نماز کا یقینی نتیجہ یہ ہوگا کہ معاشرہ ہر قسم کی برائیوں اور بے حیائیوں وفریب کاریوں سے پاک وصاف ہو جائیگا۔ایسا معاشرہ فلاح یافتہ معاشرہ کہلائیگا اور معاشرہ میں کامیابیاں وسربلندیاں اور سرفرازیاں ہونگی۔

مندرجہ بالا مضمون کی روشنی میں ہم کو اپنی نمازوں پر غور کرنا ہوگا کہ کیا

ہماری نمازیں ہمکو فحشاء ومنکرات سے روک رہی ہیں، اللہ کے حکموں پر چلنے کی ترغیب دے رہی ہیں، ہماری اور معاشرے کی اصلاح ہورہی ہے اور ہمارا معاشرہ فلاح یافتہ معاشرہ بن رہا ہے یانہیں اگرنہیں میں جواب ملتا ہے توہمکو اپنی نمازوں پر غور کرنا چاہئے۔

اللہ تعالیٰ نے ہرچیز کا ایک متعین فارمولہ مقرر کردیا ہے کہ اگر یہ عمل کرو گے تو اسکا یہ نتیجہ برآمد ہوگا جیسے آکسیجن اور ہائڈروجن (Hydrogen) کو ایک مناسب تناسب سے ملاتے ہیں تو پانی بن جاتا ہے اور ہائڈروجن، سلفر، اور آکسیجن کو ایک متعین تناسب اور خاص حالات میں ملائیں گے تو گندھک کا تیزاب بن جائیگا۔ پانی کو ایک متعین درجہ حرارت تک گرم کرنے سے بھانپ بن جاتی ہے اور جب پانی کو خاص درجہ حرارت تک ٹھنڈا کیا جاتا ہے تو وہ برف میں تبدیل ہوجاتا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ہر عمل کا ایک نتیجہ برآمد ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ نے دین کے ہر حکم کے سلسلہ میں بھی ہر عمل کا ایک متعین نتیجہ رکھا ہے یعنی اللہ کا ہر حکم ایک فارمولہ ہوتا ہے اگر اس حکم پر صحیح طریقہ سے عمل کیا جائیگا تو ضرور اسکا نتیجہ صحیح نکلے گا نماز (صلوۃ) کے بارےمیں کہا گیا ہے کہ اگر اس فارمولہ پر عمل کروگے تو ضرور فحشاء ومنکرات سے بچوگے اور فلاح پاؤگے مثلاً ایک مریض کو ڈاکٹر میعادی بخار (Typhoid) تشخیص کرتا ہے اور مرض کے مطابق کچھ دوائیں تجویز کرتا ہے اور ہدایت دیتا ہے کہ آپکو چھ چھ گھنٹہ کے بعد یہ دوا دینی ہے اور یہ پرہیز کرانا ہے انشاءاللہ پانچ سات روز میں مریض ٹھیک ہوجائیگا ڈاکٹر کی ہدایت کے مطابق مریض

کو دوا دی جاتی ہے اور پرہیز بھی کرایا جاتا ہے اگر ہم متواتر دوا دینے کے بعد دیکھتے ہیں کہ مریض شفایاب نہیں ہورہا ہے۔ بلکہ مرض بڑھتا جارہا ہے تو ہم سوچیں گے کہ علاج کیوں کارگر ثابت نہیں ہورہا ہے یاتو۔

(۱) ڈاکٹر کی تشخیص غلط ہے

(۲) یا تجویز غلط ہے

(۳) یا دی جانے والی دوا نقلی ہے یا بے اثر ہے۔

ڈاکٹر پر ہمکو پورا بھروسہ ہے کہ اس کے ذریعہ کی گئی تشخیص وتجویز صحیح ہے اب دوا کو چیک کیا جاتا ہے تو پتہ چلتا ہے کہ دوا نقلی ہے یا اسکی افادیت کی تاریخ نکل چکی ہے۔ اس تحقیق کے بعد دوا کا استعمال کیا جاتا ہے جس سے مریض شفایاب ہوجاتا ہے لیکن ہماری حالت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے مرض کا سبب فحشاء ومنکرات بتایا ہے اور اسکا علاج نماز تجویز کیا ہے اور حتمی طور پر بتادیا ہے کہ اس سے فحشاء ومنکرات کا سدباب ہوجائیگا اور تمکو فلاح وبہبود اور کامیابی وکامرانی حاصل ہوجائیگی۔ مگر اس عمل کو بار بار دوہرانے کے بعد بھی ہمارا مرض برقرار ہے۔ آخر ہماری نماز میں کیا کمی ہے غور وفکر کے بعد ہم نے محسوس کیا کہ ہماری نمازیں بے روح ہوگئیں ہیں ہماری نمازوں میں خشوع وخضوع اور اخلاص ندارد ہے ہم صرف رسم ادا کررہے ہیں جیسے مصنوعی دوا سے مرض کا علاج نہیں ہوسکتا بلکہ مرض بڑھتا چلا جائیگا ایسے ہی ہماری بے روح اور مصنوعی نمازوں سے نماز کے متعین فوائد حاصل نہیں ہونگے۔ جب تک ہم نماز کے مقصد کو سامنے رکھکر خشوع

خضوع اور اخلاص سے ادا نہیں کرینگے تو ہم فلاح نہیں پاسکتے اور اس نماز سے صحیح نتائج نہیں حاصل ہو سکتے۔

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ ۝ ۲۹/۴۵

"اللہ جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو"

یعنی اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جیسی رسمی نمازیں ہم پڑھتے ہیں آگے ارشاد ہوتا ہے۔

فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ۝ ۱۰۷/۴-۵

"پس تباہی ہے ان نماز پڑھنے والوں کے لئے جو اپنی نماز سے غافل ہیں وہ جو دکھلاوا کرتے ہیں"

یعنی نماز (صلوۃ) کے مقصد کو فراموش کردیتے ہیں اور اس ظاہری اور مخصوص حرکات کو نماز سمجھ کر مطمئن ہوجاتے ہیں جسکی وجہ سے ہماری نمازیں بے روح ہیں اور فحشاء ومنکرات سے ہم نہیں بچتے اور دنیا کے لئے صلاحیت بخش اور نفع بخش کام نہیں کرتے یہی وجہ ہے کہ ہمکو ایسی نماز سے فلاح وکامرانی حاصل نہیں ہوتی بلکہ ایسی غفلت والی نمازیں ہمارے لئے تباہی کا باعث ہوتی ہیں اور ایسی نمازیں ڈھونگ کے علاوہ کچھ نہیں ہوتیں۔ جس دن ہماری نمازوں میں روح پیدا ہوجائیگی اس روز فحشاء ومنکرات کا خاتمہ ہوجائیگا معاشرہ میں فلاح وبہبود کی فراوانیاں ہونگیں ہر طرف امن وسکون دکھائی دیگا اور لوگ فوج درفوج ہماری طرف آئیں گے اگر ہمارے معاشرے میں مندرجہ بالا سدھار آرہے ہیں تو سمجھنا چاہئے کہ ہماری

نمازیں کارگر ثابت ہورہی ہیں کیونکہ صحیح عمل صحیح نتیجہ پیدا کرتا ہے ایسی نمازوں پر اللہ تعالیٰ نے جو ثواب وانعامات مقرر کئے ہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ انشاء اللہ ہمکو حاصل ہونگے

فہم اور شعور کی نماز

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى

"اے ایمان والو نزدیک نہ جاؤ نماز کے جسوقت تم نشہ میں ہو"

یہ آیت شریفہ شراب کی حرمت میں ابتدائی حکم کے طور پر نازل ہوئی ہے مگر نماز کی اصلی حقیقت کو بتارہی ہے نماز ایک ایسی عبادت ہے جو فہم اور شعور کے ساتھ ادا کی جاتی ہے نماز اسکا نام نہیں ہے کہ ہم نے بغیر سمجھے کچھ الفاظ کو دوہرادیا اور کچھ ظاہری حرکات کو صحت کے ساتھ ادا کردیا اور سمجھ لیا کہ نماز ادا ہوگئی نماز ایک اہم عبادت ہے جس کو سمجھ کر اور شعور کی حالت میں ادا کیا جانا چاہئے۔ اپنی زبان سے وہ جن الفاظ اور حرکات سے اللہ کے سامنے جھک رہا ہے اسی طرح اسکو اپنی ساری زندگی اللہ کے احکام کے آگے جھکا دینا چاہئے۔ ہمارے تمام کام احکام خداوندی کے مطابق ہونے چاہئیں صرف یہ نہ ہو کہ کچھ ظاہری حرکات کو دوہرادیا اور رٹے رٹائے کچھ الفاظ زبان سے ادا کردئے ہمکو اسکے معنی اور مقصد سے کوئی واسطہ نہ ہو تو یہ ہماری نماز صرف ایک دکھاوا ہی ہے ایسی نماز سے ہمکو کچھ حاصل ہونے والا نہیں ہے یہ ایسی ہی نماز ہوگی جسے کوئی نشہ کی حالت میں نماز پڑھ رہا ہو نشہ کی

حالت میں اسکو یہ تک معلوم نہیں ہوتا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔ نمازی کا جسم خدا کی عبادت کرر ہا ہو اور دماغ بھی اسکا ساتھ دے رہا ہو۔

مندرجہ بالا آیت شریفہ کی روشنی میں ہم اپنی نمازوں پر غور کریں کہ کیا ہم سمجھ رہے ہیں جو ہم کہہ رہے ہیں کیا ہم نماز کے مقصد کو سمجھ رہے ہیں؟ ہم تو صرف نماز کی رسم پوری کرر ہے ہیں یا عادتاً پڑھ رہے ہیں حقیقت تو یہ ہے کہ ہم اپنی نماز سے غافل ہیں، اللہ تعالیٰ ہم کو حقیقی نماز پڑھنے کی توفیق عطاء فرمائے آمین۔

احادیث:۔ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ نماز چھوڑنا آدمی کو کفر سے ملا دیتا ہے ایک جگہ ارشاد ہے کہ بندہ کو اور کفر کو ملانے والی چیز صرف نماز چھوڑنا ہے۔ ایمان اور کفر کے درمیان نماز چھوڑنے کا فرق ہے مندرجہ بالا احادیث سے واضح ہوتا ہے کہ نماز میں وہ سب چیزیں آجاتی ہیں جو مسلمان کو کفر سے علیحدہ کرتی ہیں اگر ہم نماز کو ترک کر دیتے ہیں تو ایمان اور کفر کے بیچ امتیاز ختم ہو جاتا ہے کیونکہ ہم اللہ کے ایک فرض سے منھ موڑ رہے ہیں۔ اور نماز ہی ایک ایسی چیز ہے جو ہمکو اللہ کے حکموں پر چلنے کی ترغیب دیتی ہے۔ اور فحشا و منکرات سے بچاتی ہے اللہ کی کبریائی، اللہ کی عظمت اللہ کی بڑائی اور عاجزی وانکساری کا سبق دیتی ہے۔

وہ سجدہ، روح زمیں جس سے کانپ جاتی تھی
اسی کو آج ترستے ہیں ممبرو محراب!
اقبالؔ

جمعہ

جمعہ کا آغاز: بارہ نبوی کو اسعد بن زرارہؓ نے مدینہ میں جمعہ قائم کیا انھوں نے جب دیکھا کہ یہود و نصاریٰ ہفتہ میں ایک خاص دن اپنا اجتماع کرتے ہیں یہود کا دن شنبہ (بار) اور نصاریٰ کا دن یکشبنہ (اتوار) ہے اس لئے ان کو یہ خیال ہوا کہ مسلمانوں کا بھی ایک خاص دن ہونا چاہئے جس میں سب مسلمان ایک جگہ جمع ہوں اور اللہ کا ذکر و شکر ادا کریں عبادت کریں، اور نماز پڑھیں اسعد بن زرارہؓ نے جمعہ کا دن مقرر کیا اور اس روز انھوں نے نماز پڑھائی اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ اسعد بن ذرارہ نے اپنے اجتہاد سے جمعہ قائم کیا۔ اللہ تعالیٰ کو یہ اجتہاد اتنا پسند آیا کہ حضور ﷺ پر سورہ جمعہ نازل فرمائی۔

وحی نازل ہونے کے کچھ دن بعد رسول اللہ ﷺ کا والا نامہ جمعہ قائم کرنے کے بارے میں مسیّب بن اُمیرؓ کے نام پہونچا جس میں حکم دیا گیا کہ نصف النہار کے بعد جمعہ کے دن سب ملکر دو رکعت نماز ادا کیا کرو۔

مدینہ میں آپکا پہلا جمعہ: حضور اقدس ﷺ بارہ ربیع الاول ۱ھ بمطابق ۲۷ دسمبر ۶۲۲ء کو مدینہ پہونچے اور مدینہ کے ایک محلّہ بن سالم میں پہلا جمعہ پڑھایا اس اجتماع جمعہ میں تقریباً سو اصحابؓ رسول شامل تھے جمعہ کے بعد حضور ﷺ نے ایک لمبا خطبہ دیا ہجرت کے بعد

مدینہ میں یہ آپکا پہلا خطبہ تھا خطبہ سارا کا سارا تقوی اور دعوت وتوحید اور
آخرت پر منحصر تھا۔ اللہ سے ڈرنے کا بار بار تذکرہ کیا گیا اور کہا کہ اے لوگو!
اللہ سے اپنے معاملات درست کرلو دنیا میں بھی کامیاب ہوجاؤ گے اور
آخرت میں بھی۔

حقیقت جمعہ: جمعہ کی نماز فرض ہے،اور نماز سے پہلے خطبہ سننا
واجب ہے۔ جمعہ کی اذان کے بعد خطبہ سے پہلے جلدی پہونچنے والا شخص
بہت زیادہ اجروثواب کا مستحق ہوتا ہے اس کے بعد پہونچنے والوں کا ثواب
بتدریج کم ہوتا چلا جاتا ہے۔ اس دن غسل کرنا اچھے کپڑے پہننا خوشبو لگانا
سنت ہے اور جمعہ کی اذان کے بعد دنیاوی کاروبار کرنے کو اللہ تعالی نے منع
فرمایا ہے۔

يَاَيُّهَاالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى
ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ
فَاِذَاقُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ
وَاذْكُرُوا اللّٰهِ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ وَاِذَا رَاَوْ اتِجَارَةً اَوْ لَهْوَ نِ
انْفَضُّوْا اِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَآئِمًا قُلْ مَاعِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ
التِّجَارَةِ وَاللّٰهُ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ .۱۱-۹/۶۲

"اے ایمان والو جب جمعہ کے دن کی نماز کے لئے پکارا جائے تو اللہ
کی یاد کی طرف چل پڑو اور خرید وفروخت چھوڑ دو یہ تمہارے لئے بہتر ہے
اگر تم جانو پھر جب نماز پوری ہوجائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل

تلاش کرو اور اللہ کو کثرت سے یاد کرو تاکہ تم فلاح پاؤ اور جب وہ کوئی
تجارت یا کھیل تماشہ دیکھتے ہیں تو وہ اسکی طرف دوڑ پڑتے ہیں اور تم کو کھڑا
ہوا چھوڑ دیتے ہیں کہو کہ جو اللہ کے پاس ہے وہ کھیل تماشہ اور تجارت سے
بہتر ہے۔ اور اللہ بہترین رزق دینے والا ہے۔"

جمعہ کے متعلق قرآن شریف میں واضح طور پر حکم دیا گیا کہ جب جمعہ کی
اذان ہوجائے تو تمام دنیاوی کاروبار ممنوع ہوجاتے ہیں اذان ہوتے ہی
ہمکو مسجد کی طرف چل دینا چاہئے تاکہ جمعہ کی فضیلت سے پورا پورا فائدہ
اٹھایا جائے اور اگر ہم صحیح وقت پر پہونچ جائینگے تو ہم اطمینان کے ساتھ اللہ
کے احکامات کو سنیں گے اور اس سے مستفیض ہوں گے کیونکہ جمعہ کا مقصد ہی
یہ ہے کہ ہفتہ میں ایک دن پوری بستی کے لوگ ایک جگہ اکٹھے ہوں اور اللہ
کے احکامات کو سنیں اور ان پر عمل پیرا ہونے کا عہد کریں اور اس اجتماع سے
فارغ ہونے کے بعد ان احکامات کو دوسرے لوگوں تک پہونچائیں اور اپنی
تلاش معاش بھی ہم اللہ کے حکموں کے مطابق ہی کریں اسی میں ہماری اور
معاشرہ کی بھلائی منحصر ہے جمعہ ہی نہیں جب بھی کوئی خدائی پکار لگے ہم کو تمام
دنیاوی مشغولیات کو چھوڑ کر اس حکم اس آواز کی طرف چل پڑنا چاہئے کوئی
بھی تجارت یا کھیل تماشہ اللہ کے احکام سے بہتر نہیں ہوسکتا اگر ہم اللہ کی پکار
کے بعد دنیاوی کاروبار یا کھیل تماشہ کی طرف دوڑتے ہیں تو یہ ہمارے لئے
خسارہ کا سبب ہوگا کیونکہ اللہ کے پاس ہر چیز کا خزانہ ہے اگر اللہ کے حکموں
کے مطابق ہم انکی تلاش کرینگے تو اللہ تعالی ہم کو بہترین رزق عطا فرمائیگا۔

اللہ تعالیٰ نے دین اسلام میں کوئی بھی چیز مصلحت سے خالی نہیں رکھی۔
روزانہ پانچ وقت کی جماعت کی نماز کا جو ایک محلّہ کا چھوٹا اجتماع ہے۔ ہفتہ
میں جمعہ کا اجتماع پوری بستی کا اجتماع ہے اور بستی وقرب وجوار کے لوگوں کا
عیدین کا اجتماع رکھا گیا اور اسی طرح سے تمام عالم کے مسلمانوں کے اجتماع
کا مقام حج رکھا گیا جماعت کی پنچگانہ نماز کے لئے محلّہ کے سب لوگ جب
ایک مسجد میں جمع ہوتے ہیں اسمیں ایک دوسرے کا تعارف ہوتا ہے ایک
دوسرے کے حالات سے آگاہی ہوتی ہے محبت پیدا ہوتی ہے اتحاد کا جذبہ
پیدا ہوتا ہے، بے گانگی دور ہوتی ہے جب غریب و امیر بلاتفریق رنگ و نسل
ایک جگہ جمع ہوتے ہیں اور کندھے سے کندھا ملا کر کھڑے ہوتے ہیں تو
ایک دوسرے میں دوریاں کم ہوتی ہیں اور مساوات کا عملی نمونہ ہمیں دیکھنے
کو ملتا ہے۔

ایک ہی صف میں کھڑے ہوگئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا نہ کوئی بندہ نواز

یہ مساوات اسلام کی ایک ایسی خوبی ہے جو دوسرے کسی بھی مذہب
میں دیکھنے کو نہیں ملتی اسلام اس محبت واخوت اور بھائی چارگی و مساوات کے
دائرہ کو بڑھاتا چلا جاتا ہے اور دوسرا اجتماع جمعہ کا اجتماع ہوتا ہے جس میں
ہفتہ میں ایک بار پوری بستی کے لوگ اکٹھے ہوتے ہیں ایک دوسرے سے
تعارف ہوتا ہے ایک دوسرے کے حالات سے آگاہی ہوتی ہے ایک ساتھ
بیٹھ کر حالات حاضرہ اور گذرے ہوئے حالات پر خطبہ سنتے ہیں جس میں

ان کو اللہ کی طرف سے ہدایت یافتہ لوگوں کے حالات سنائے جاتے ہیں اور
جو نعمتیں انکو حاصل ہوئیں ان کے بارےمیں بتایا جاتا ہے اور جو لوگ راستہ سے
بھٹکے ہوئے ہیں انکا انجام بھی بتایا جاتا ہے اور آئندہ کیلئے اللہ کے حکموں
پر چلنے کا لائحہ عمل کیا ہو اس پر بھی خطیب اپنے خیالات کا اظہار کرتا ہے۔
ہمکو جہاں بھی جگہ مل جاتی ہے بیٹھ جاتے ہیں لوگوں کی گردنوں کو
نہیں پھاندتے خاموشی کے ساتھ خطبہ سنتے ہیں کسی کے ساتھ بات چیت
نہیں کرتے حتی کہ سلام کا جواب تک بھی نہیں دیتے اگر کوئی غلطی کر رہا ہو اسکو
بھی اس خطاب کے دوران منع نہیں کرتے کیونکہ ہمارے سامنے اتنا عظیم
الشان نصب العین پیش کیا جارہا ہے جسمیں ہم پوری طرح منہمک ہیں اور
کھوئے ہوئے ہیں ہم گوارہ نہیں کرتے کہ اپنی توجہ کسی دوسری طرف کریں
اور کوئی قیمتی بات سننے سے محروم رہ جائیں اس طرح ہم بہت سی اچھی باتیں
سنکر ان پر عمل پیرا ہونے کا عزم کرتے ہیں اور بہت سی برائیوں کو چھوڑنے کا
عہد کرتے ہیں۔ خطبہ کے بعد ہم دو رکعت نماز جمعہ ادا کرتے ہیں اور نماز
کے بعد اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دست بدعا ہوتے ہیں کہ اے اللہ ہم
نے جن چیزوں پر عمل کرنے کا عزم کیا ہے اور جن چیزوں کو چھوڑنے کا
عہد کیا ہے اسپر ہم کو استقامت (Stability) نصیب فرما۔ ہم میں اتحاد پیدا
فرما محبت پیدا فرما خدمت خلق کا جذبہ پیدا فرما۔ حلال رزق عطا فرما۔ اس
اجتماع میں ہم اپنی دنیاوی ضرورتوں کے بارےمیں بھی دعا کرتے ہیں اور
آخرت کے بارےمیں بھی اور اس امید کے ساتھ واپس ہوتے ہیں کہ اللہ

ہماری تمام دعائیں ضرور قبول کریگا۔ اس کے بعد ہم مسجد سے باہر آتے ہیں اوران پیغامات کولیکر ہم پھیل جاتے ہیں اور دوسرے لوگوں کوان پیغامات کو بتاتے ہیں اور حلال روزی کی تلاش بھی شروع کردیتے ہیں اور دنیاوی کھیل تماشوں اورحرام روزی سے بچنے کی جدو جہد بھی کرتے ہیں۔

خطبہ کا مقصد یہ نہیں ہے کہ ہم کچھ دیر سر جھکائے بیٹھے رہیں اور نماز پڑھ کرمنھ پر ہاتھ پھیر کر جیسے گئے تھے ویسے ہی واپس آجائیں۔ خطیب حضرات خطبہ سے پہلے دین کی ان تمام باتوں کے بارے میں لوگوں کو آگاہ کریں جو مندرجہ بالا مضمون میں بیان کی گئی ہیں اور سرسری طور پر خطبہ کا مفہوم بھی لوگوں کو سمجھائیں اگر ہم جمعہ کواسکی اصل روح کے ساتھ قائم کریں گےتو ہمارے ثواب میں سیکڑوں گنا اضافہ ہوجائیگا اور جمعہ کا جو پیغام ہے وہ بھی ہم کو حاصل ہوجائیگا۔ خطبہ کا مطلب ہے تقریر یا خطاب، اور خطاب لوگوں کی سمجھ میں آنا چاہیئے۔

اس طرح عیدین کے اجتماع میں اورحج کے عالمی اجتماع میں ہم آپسی اتحاد اور بھائی چارے کا سبق لیتے ہیں اور ہم دیکھتے ہیں کہ اسلام کا کوئی بھی عمل ایسا نہیں ہے جوصرف کھیل تماشہ کے طور پر کیا جائے بلکہ اسلام کا ہر عمل کچھ نہ کچھ تعلیم مقصد اور مصلحت لئے ہوئے ہے اور دنیا کو پیار و محبت امن وسکون اورانسانی ہمدردی و بھائی چارگی کا پیغام دیتا ہے۔

تجھے کتاب سے ممکن نہیں فراغ کہ تو
کتاب خواں ہے مگر صاحبِ کتاب نہیں

زکوٰۃ

زکوٰۃ کے بنیادی معنی ہیں پھلنا پھولنا بڑھنا اور نشو ونما پانا، ہر وہ چیز جس سے کسی کی پرورش ہو اور اسکی صلاحیتوں میں ارتقا و بالیدگی پیدا ہو زکوٰۃ کہلاتا ہے زکوٰۃ اسلام کا بنیادی ستون ہے۔ مسلمان بالغ، عاقل، اور جو صاحب نصاب ہو اور اس کے مال پر پورا ایک سال گزر گیا ہو اور قرض دار بھی نہ ہو اور یہ مال ضرورت اصلیہ سے زائد ہو اس پر زکوٰۃ فرض ہے۔ کسی کے پاس نصاب کے مطابق مال موجود ہو مگر قرض اتنا ہو کہ ادا کرنے کے بعد وہ صاحب نصاب نہ رہے، تو زکوٰۃ فرض نہ ہوگی۔

ضروریات اصلیہ وہ ہیں کہ جس پر انسان کی عزت و آبرو اور زندگی کا دار و مدار ہے مثلاً کھانا پینا لباس رہنے کے لئے مکان، پیشہ ور کیلیئے اوزار سواری گھوڑا تانگہ موٹر، اسکوٹر، گھرداری کے سامان، اور ذاتی کتب خانہ، جو تجارت کے لئے نہ ہو ضرورت اصلیہ میں آتے ہیں۔

اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَ الْغٰرِمِيْنَ وَ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ. ۹/۶۰

''صدقات زکوٰۃ تو دراصل فقیروں اور مسکینوں کے لئے ہیں اوران کا رکنوں کے لئے جو صدقات کے کام پر مقرر ہیں اوران کے لئے جنکی تالیف

قلب مطلوب ہو نیز گردنوں کے چھڑانے میں اور جو تاوان بھریں اور اللہ کے راستہ میں اور مسافر کی امداد میں یہ ایک فریضہ ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ علم والا حکمت والا ہے"۔

قرآن کی روشنی میں زکوۃ کے مصارف مندرجہ ذیل ہیں

(۱) فقراء جن کے پاس کچھ نہ ہو اور جو صاحب نصاب نہ ہوں۔

(۲) مسکین جن کو بقدر حاجت میسر نہ ہو سوال نہ کرتے ہوں۔

(۳) عاملین جو اسلامی حکومت میں زکوۃ اکٹھی کرنے پر مامور ہوں انکی تنخواہ۔

(۴) مؤلف القلوب جنکو اسلام کی طرف راغب کرنا مقصود ہو۔

(۵) رقاب غلاموں کو آزادی دلانے کے لئے۔

(۶) غارمین جو مقروض ہو گئے ہوں یا کسی غیر معمولی حادثہ کے شکار ہو گئے ہوں یا کاروبار فیل ہو گیا ہو۔

(۷) یا جرمانہ دینا پڑا ہو۔

(۸) فی سبیل اللہ دعوت دین جہاد یا دین کے دوسرے کاموں میں مصروف ہوں۔ ہینڈ پمپ لگانے میں بھی یہ مد استعمال ہو سکتی ہے۔

(۹) مسافر جو حالت سفر میں ضرورت مند ہو جائے خواہ وہ اپنے گھر پر صاحب نصاب ہی کیوں نہ ہو۔

جہاں کہیں اسلامی نظام حکومت نہیں ہے وہاں انفرادی طور پر ہر ایک کو

اپنی زکوۃ ادا کرنی ہوگی جس کی شرح ڈھائی فیصد ہوگی اور جہاں اسلامی نظام حکومت ہوگا وہاں پر حکومت کا کام ہوگا کہ وہ زکوۃ لوگوں سے وصول کرے اور زکوۃ کا مکمل نظام قائم کرے کیونکہ ہر فرد کی ضروریات کا پورا کرنا اسلامی حکومت کا کام ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ انسانی دنیا میں اپنے نظام کی تکمیل بندوں کے ہاتھوں کراتا ہے۔

وَمَا مِن دَآبَّةٍ فِى الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا ۱۱/۶

"اور زمین پر کوئی چلنے والا ایسا نہیں جس کی روزی اللہ کے ذمہ نہ ہو"

اللہ تعالیٰ نے ہر جاندار کی روزی اپنے ذمہ لی ہے مگر وہ اسکو اسباب کے پردہ میں رکھتا ہے اور اسکو انسانوں سے دلواتا ہے جہاں کہیں اسلامی نظام حکومت ہوتا ہے وہاں ہر حکومت وقت کا کام ہوتا ہے کہ وہ رعایا کی ضرورتوں کا خیال رکھے اور اس نظام حکومت میں کوئی بھی بھوکا ننگا و پریشان حال نہ رہے اور جہاں پر اسلامی نظام حکومت نہیں ہے وہاں پر انفرادی طور پر ہر شخص کی ذمہ داری ہوگی کہ وہ اس کے حقدار تک اسکا حق پہونچائے اگر ایسا نہیں کریگا تو خدا کے یہاں اس کی پکڑ ہوگی۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ۙ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنُطْعِمُ مَنْ لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ اَطْعَمَهٗٓ ۖ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۴۷﴾

۳۶/۴۷

"اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ نے جو کچھ تم کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرو تو جن لوگوں نے انکار کیا وہ ایمان لانے والوں سے کہتے ہیں کہ ہم

ایسے لوگوں کو کھلائیں جن کو اللہ چاہتا تو کھلا دیتا تم لوگ تو کھلی گمراہی میں ہو‘‘

اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو گمراہ کہتا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ اللہ براہ راست ان لوگوں کو رزق دیدیتا۔ اللہ تو اپنا نظام بندوں کے ہاتھوں چلواتا ہے اسکی وضاحت کرتے ہوئے حضرت عمرؓ نے فرمایا تھا کہ تم میں کوئی شخص رزق کی جستجو سے باز نہ رہے نہ یہ کہتا رہے کہ اللہ مجھکو رزق دے یاد رکھو آسمان سے دھن نہیں برسا کرتا اللہ ایک انسان کو دوسرے انسان کے ذریعے رزق پہونچاتا ہے۔ اسلامی معاشرہ کی یہ ذمہ داری کس قدر اہم اور بنیادی ہوتی ہے جسکا اندازہ حضرت عمرؓ کے مندرجہ ذیل اعلان سے بھی ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا تھا فرات (دریا) کے کنارے کوئی کتا بھی اگر بھوک سے مرجاتا ہے تو قیامت کے دن عمرؓ سے اسکی بھی باز پرس ہوگی۔

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ جس بستی میں کسی شخص نے اس حال میں صبح کی کہ وہ رات بھر بھوکا رہا اس بستی سے خدا کی نگرانی اور حفاظت کا ذمہ ختم ہوگیا اس سے واضح ہے کہ تمام افراد معاشرہ کی ضروریات زندگی بہم پہونچانا اسلامی معاشرہ کا کام ہے اللہ تعالیٰ نے تو ایک نظام بنادیا اس نظام پر عمل درآمد کرنا انسانوں کا کام ہے جیسے مادی دنیا میں اللہ تعالیٰ نے بہت سے قانون فطرت بنائے ہیں جب تک ہم انکی دریافت نہیں کرینگے وہ قانون وہ خدا کی آیات جو کائنات میں بکھری پڑی ہیں بند کتاب ہی رہ جائیں گی بہت سے قانون فطرت انسانوں نے معلوم کر لئے ہیں اور بہت سے ابھی باقی ہیں جو آہستہ آہستہ افشاں ہوتے جارہے ہیں۔

اگر نظام زکوٰۃ کو صحیح طریقہ سے لاگو کریں تو اس زمین پر ایک بھی جاندار بھوکا نہیں رہ سکتا اور اگر ایسا نہیں ہورہا ہے تو اس کے ذمہ دار ہم خود ہیں۔ کیونکہ ہم نے اللہ کے قانون کو صحیح طریقہ سے لاگو نہیں کیا یعنی نظام زکوٰۃ کے نفاذ میں ہم سے کہیں نہ کہیں کوتاہی ہورہی ہے۔

نظام زکوٰۃ اسلام کے پاس ایسا نظام ہے جس کو اگر صحیح ڈھنگ سے لاگو کیا جائے تو اس دنیا میں خوشحالی اور رزق کی فراوانی آجائے اور یہ دنیا امن وسکون کا گہوارہ بن جائے۔

نصاب زکوٰۃ: ساڑھے سات تولہ سونا یا ساڑھے باون تولہ چاندی یا اس نصاب کے بقدر روپیہ ہو تو سال گزرنے پر اس پر زکوٰۃ واجب ہوجائیگی جانوروں پر بھی زکوٰۃ واجب ہے۔ چالیس بکریوں پر ایک بکری، تیس گائیں یا بھینس پر ایک سال کا بچہ، اور پانچ اونٹ پر ایک بکری۔

عُشر:- باغ اور کھیت سے جو فصل پیدا ہوتی ہے اس پر بھی زکوٰۃ واجب ہے جس کو عُشر کہتے ہیں۔ جس باغ یا کھیت کی پیداوار بارش چشمہ، دریا، ندی، یا قدرتی نالوں سے حاصل ہوتی ہے اس پر دس فیصد اور اگر کھیت کی پیداوار ٹیوب ویل یا خرید سے ہوئے پانی سے ہوتی ہے تو اس پر پانچ فیصد زکوٰۃ واجب ہے۔

وآتوا حقه یوم حصاده ط ۶/۱۴۲

’’اور اللہ کا حق ادا کرو اس کے کاٹنے کے دن‘‘

یعنی فصل کاٹنے کے وقت عُشر ادا کرو۔

زکوٰۃ کا مقصد ہے لوگوں میں خیر خواہی کا جذبہ پیدا ہو، مال کی محبت دل سے نکل جائے انسانی ہمدردی دل میں پیدا ہو جائے۔ اللہ تو غنی ہے اسکو ہمارے مال کی ضرورت نہیں ایسا غنی جو دیکر کبھی احسان نہیں جتاتا جب سب اسی کا عطیہ ہے تو اسکے حکموں کے مطابق جتنا بھی خرچ کر دیں بہتر ہے کیونکہ وہ اپنا نظام انسانوں کے ہاتھوں ہی نافذ کراتا ہے ایک آدمی بھوکا بلک رہا ہے یا مرض و درد کی شدت سے تڑپ رہا ہے اور ہم اپنی زکوۃ نصاب کے مطابق ادا کر چکے ہیں اور اسکی مدد نہیں کرتے تو یہ ہم نے قانون کی خانہ پری تو کر دی لیکن زکوۃ کا جو اصل مقصد تھا اس سے ہم کوسوں دور ہیں یعنی ہم تقوی سے بہت دور ہیں ہم نے صرف بطور ٹیکس زکوۃ کو ادا کیا ہے۔ مگر زکوۃ کی جو اصل روح تھی وہ ہمکو میسر نہ ہوئی مال کی محبت ہمارے اندر موجود ہے انسانی ہمدردی سے ہمارا کوئی واسطہ نہیں زکوۃ کا منشا و مقصد تبھی پورا ہوگا جب ہمارے دلوں سے مال کی محبت جدا ہوگی انسانیت کے لئے تڑپ پیدا ہوگی اللہ کا ڈر پوری طرح ہمارے اوپر غالب آ جائیگا یہی وجہ تھی کہ غزوہ تبوک میں حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنا سارا مال رسول پاکؐ کی خدمت میں پیش کر دیا تھا۔ پوچھنے پر صدیقؓ گھر پر کیا چھوڑا تو فرمایا اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی محبت چھوڑی حضرت عمرؓ خدمت عالی میں آدھا مال پیش کرتے ہیں حضرت عثمانؓ مال کی کثیر مقدار خدمت اقدس ﷺ میں پیش کرتے ہیں۔

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ۬ قُلِ الْعَفْوَ ۲/۲۱۹

"اے رسول تم سے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں کہہ دو کہ جو حاجت سے

زیادہ ہو"

یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے اللہ کے اس حکم کو فریضہ خداوندی سمجھ کر خوشی سے قبول کیا اور زائد مال کو اللہ کے راستہ میں بے جھجک دیدیا۔

وَالَّذِيْنَ فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ ۝ لِّلسَّاۗىِٕلِ وَالْمَحْرُوْمِ ۝

۷۰/۲۴-۲۵

"اور جن کے مالوں میں سائل اور محروم کا حق ہے"

جو اللہ پر کامل یقین رکھتے ہیں وہ اپنی نمازوں کی بھی پابندی کرتے ہیں اور وہ نظام زکوۃ کو بھی دل سے قبول کرتے ہیں اور اپنے مالوں میں سے ضرورت مندوں اور محتاج لوگوں کا حق سمجھ کر ادا کرتے ہیں اور خوشی محسوس کرتے ہیں کیونکہ وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں انکو یقین ہے کہ جو کچھ ہم اللہ کے راستہ میں خرچ کریں گے اس سے کہیں زیادہ اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں عطا فرمائیگا جب ہم سائل و محروم کا حق اللہ کا حکم سمجھ کر ادا کریں گے تو ہمارا احسان کیا ہم شکریہ کی کیوں امید رکھیں کہ اپنا حق لینے والا ہمارا شکر گزار ہو اگر ہم شکریہ کی امید رکھیں گے اور احسان جتا کر اس کو شرمندہ کریں گے تو ہم زکوۃ کی روح سے محروم ہیں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى

۲/۲۶۴

"اے ایمان والو احسان رکھ کر اور ستا کر اپنے صدقہ کو ضائع نہ کرو"

جس طرح وہ شخص جو اپنا مال دکھاوے کے لئے خرچ کرتا ہے اور وہ

اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان نہیں رکھتا پس اسکی مثال ایسی ہے جیسے ایک چٹان ہو جن پر کچھ مٹی ہو پھر اس پر زور کا مِنہ پڑے اور اسکو بالکل صاف کر دے ایسے لوگوں کو اپنی کمائی کچھ بھی ہاتھ نہ لگے گی اور اللہ منکروں کو راہ نہیں دکھاتا۔"

اگر ہم دیکر اس سے شکریہ کی امید رکھتے ہیں اور جتا کر اسکو ذہنی اذیت پہونچاتے ہیں تو ہمارا وہ دینا ہمارے لئے رحمت کے بجائے زحمت ہوگا اور آخرت میں اس خرچ پر ہماری پکڑ ہونے کی امید ہے ہمارا خرچ کرنا تب ہی قابل قبول ہوگا جب اسمیں احسان کی امید اور دکھاوا نہ ہو اور اسکے ساتھ ساتھ یہ بھی ہے کہ ہم بہترین مال اللہ کے راستہ میں خرچ کریں یہ نہ ہو کہ جو ہمارے کام کا نہ ہو اسکو اللہ کے حصہ میں لگا دیں۔

يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّآ اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ۔ ۲/۲۶۷

"اے ایمان والوں خرچ کرو عمدہ چیز کو اپنی کمائی میں سے اور اس میں سے جو ہم نے تمہارے لئے زمین میں پیدا کیا ہے اور ردی چیز کا قصد نہ کرو کہ اس میں سے خرچ کرو حالانکہ تم اسکو کبھی لینے والے نہیں الّا یہ کہ چشم پوشی کر جاؤ اور جان لو کہ اللہ بے نیاز اور خوبیوں والا ہے۔"

جو کچھ ہمکو اس دنیا میں ملا ہے وہ ہمارا استحقاق نہیں بلکہ وہ اللہ کا انعام ہے اور وہ ہمکو امتحان کے لئے دیا گیا ہے جیسے قرآن کریم میں ارشاد ہے۔

هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّيْ لِيَبْلُوَنِيْٓ ءَاَشْكُرُ اَمْ اَكْفُرُ ۔ ۲۷/۴۰

"یہ میرے رب کا فضل ہے تا کہ وہ مجھے جانچے کہ میں شکر کرتا ہوں یا ناشکری"

یہ اللہ کا فضل ہمکو اس لئے عطا ہوا ہے کہ ہمکو جانچا جائے کہ اس کو پا کر ہم اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں یا ناشکری اپنی مرضی یا خواہش کے مطابق خرچ کرتے ہیں یا اللہ کے حکم کے مطابق خرچ کرتے ہیں اگر اس کے حکم کے مطابق خرچ کرتے ہیں اور اللہ کا حق نکالتے ہیں (تو ہم اسکے شکر گذار بندوں میں شمار ہوں گے) اور اگر اپنی مرضی سے خرچ کرینگے تو اللہ تعالیٰ اس سے بے نیاز ہے ہم کو اللہ کی راہ میں بہترین مال خرچ کرنا چاہئے۔

حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ زکوٰۃ اسلام کا بہت بڑا مضبوط پل ہے۔ (حدیث)

واقعی زکوۃ کفر واسلام کے بیچ کا بہت مضبوط پل ہے اگر اس پل کو درمیان سے ہٹا دیا جائے تو اسلام نے جو ایک معاشی نظام دیا ہے جو اسلام کی بنیاد ہے وہ درہم برہم ہو جائیگا قرآن کریم میں تقریبا بتیس جگہ پر زکوۃ اور نماز کا ذکر ساتھ ساتھ آیا ہے جن میں نماز وزکوۃ کے نظام کو قائم کرنے کا حکم دیا گیا ہے بغیر نظام زکوۃ کے معاشرہ میں خوشحالی اور پیار ومحبت کی فضا قائم نہیں ہوسکتی معاشرہ میں جو ناہمواریاں پیدا ہوجاتی ہیں وہ دور نہیں ہوسکتیں اگر لوگوں میں حب مال پیدا ہو جائیگا تو وہ اس مال پر کنڈلی جما کر بیٹھ جائیں گے مال کی گردش (Circulation) بند ہوجانے سے معاشرے میں خوشحالی کے بجائے تنگی پیدا ہو جائیگی اور جو برائیاں پیدا ہوں گی اس سے

آپ اچھی طرح واقف ہیں امیر اور زیادہ امیر ہوتا چلا جائیگا اور غریب بھوکوں مرنے لگے گا نظام زکوٰۃ پر عمل کرنے سے لوگوں میں مال کی محبت پیدا نہیں ہوگی اور وہ اپنا مال دوسروں کی ہمدردی اور خوشحالی کی لئے خرچ کرنے میں خوشی محسوس کریں گے کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اس مال میں سائل اور محرومین کا حق ہے۔

حضرت صدیقؓ اکبر کے دور خلافت میں جب ایک گروہ نے زکوۃ دینے سے انکار کیا تو آپؓ نے اس انکار کو اسلام سے خروج کے معانی سمجھا اور فرمایا خدا کی قسم نماز اور زکوۃ کے درمیان جو لوگ تفریق کرینگے میں ان لوگوں ں کہ خلاف یقیناً جہاد کرونگا (بخاری و مسلم) حضرت علقمہؓ فرماتے ہیں کہ جب ہماری جماعت حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئی تو آپ نے ارشاد فرمایا تمہارے اسلام کی تکمیل اس میں ہے کہ زکوۃ ادا کرو۔ اسلام کی بنیاد پانچ ارکان کلمۂ طیبہ کا اقرار، نماز، روزہ، حج، زکوۃ پر ہے اسمیں سے اگر ہم ایک کے بھی منکر ہوں گے تو اسلام نامکمل ہوگا۔

ابوداؤد شریف میں ایک واقعہ لکھا ہے حضرت ابی بن کعبؓ فرماتے ہیں کہ مجھے حضور اکرم ﷺ نے زکوۃ وصول کرنے کیلئے بھیجا میں ایک صاحب کے پاس گیا جب انھوں نے اپنے اونٹ میرے سامنے کئے تو میں نے دیکھا کہ ان میں ایک سال کی اونٹنی واجب ہے میں نے اس کے سے کہا ایک سالہ اونٹنی دیدو وہ کہنے لگے کہ ایک سالہ اونٹنی کس کام آئے گی نہ تو وہ سواری کا کام دے سکتی ہے اور نہ دودھ کا یہ کہنے کے بعد انھوں نے ایک نہایت عمدہ

بہت موٹی تازی بڑی اونٹنی نکالی او کہا کہ یہ لیجاؤ میں نے کہا میں تو اس کو قبول نہیں کرسکتا حضور اقدس ﷺ خود سفر میں تشریف فرماتے ہیں اور تمہارے قریب ہی آج منزل ہے اگر تمہارا دل چاہے تو براہ راست حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کردو اگر حضور ﷺ نے اجازت دیدی تو میں لے لونگا وہ صاحب اسی اونٹنی کو لیکر میرے ساتھ چلدیئے جب ہم حضور ﷺ کی خدمت میں پہونچے تو انھوں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ آپکے قاصد میرے پاس آئے تھے کہ میری زکوۃ لیں اور خدا کی قسم یہ سعادت مجھے اب سے پہلے نصیب نہیں ہوئی کہ حضور نے یا حضورؐ کے قاصد نے مجھ سے مال طلب کیا ہو میں نے آپکے قاصد کے سامنے اپنے اونٹ کردئے انھوں نے دیکھکر فرمایا کہ ان میں ایک سالہ اونٹنی واجب ہے۔ حضور ﷺ ایک سالہ اونٹنی نہ تو دودھ کا کام دے سکتی ہے نہ سواری کا اس لئے میں نے ایک بہتر سی اونٹنی ان کی خدمت میں پیش کی تھی جو یہ میرے ساتھ حاضر ہے انھوں نے اسے قبول کرنے سے انکار کردیا اس لئے آپؐ کی خدمت میں لیکر آیا ہوں یارسول اللہ ﷺ اس کو قبول فرمالیجئے حضور ﷺ نے فرمایا تم پر واجب تو وہی ہے انھوں نے جو بتایا اگر تم نفل کے طور پر زیادہ عمر کی عمدہ اونٹنی دیتے ہو تو اللہ جل شانہ تمہیں اسکا اجر دیگا انھوں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میں اسے ساتھ لایا ہوں اسکو قبول فرمالیں حضور ﷺ نے اسکے لینے کی اجازت فرمادی۔ اور برکت کی دعا دی یہ لوگ زکوۃ کو ایک دینی فریضہ اور اللہ کا حق سمجھ کر خوشی خوشی ادا کرتے تھے اور اسی بات پر فخر محسوس کرتے تھے کہ میں اس

قابل ہوا کہ زکوۃ ادا کرسکوں اور اللہ نے جوفرض میرے اوپر کیا اسکوخوشدلی سے ادا کروں بلکہ نصاب سے بھی زیادہ ادا کروں کیونکہ وہ جانتے تھے کہ مال بھی اسی کا دیا ہوا ہے اور اسی نے ہمکو یہ عزت بخشی ہے کہ ہم اس مال میں سے مستحقین کا حق ادا کریں۔

حضور اقدس ﷺ کا پاک ارشاد ہے کہ جب تو مال کی زکوۃ ادا کردے تو جو حق (واجب) تجھ پر تھا وہ تو ادا ہوگیا (آگے نوافل کا درجہ ہے) اور جو شخص حرام طریقہ سے (سود ورشوت) مال جمع کر کے صدقہ کرے اس کو صدقہ کا کوئی ثواب نہیں ملے گا بلکہ اس حرام کمائی کا وبال اس پر ہے ۔حرام کمائی سے کوئی بھی عمل قابل قبول نہیں، زکوۃ ہو، یا حج، یا پھر خیرات بلکہ ایسے مال کو ثواب سمجھ کر خرچ کرنا اس کے لئے مہلک ہی ثابت ہوگا یہ تو ایسا ہی ہے کہ حرام مال جمع کر کے کسی نے مکان کی تعمیر کی اور اس کے اوپر لکھ دیا

''ھذا من فضل ربی''

یہ دیکھ کر شیطان بھی انسان کی اس دیدہ دلیری پر دادِ تحسین دیتا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں حلال مال کمانے اور خرچ کرنیکی توفیق عطا فرمائے (آمین)

روزہ (صوم)

روزہ اسلام کا چوتھا اہم رکن ہے روزہ کے لئے قرآن کریم میں صوم کا لفظ آیا ہے اس کے بنیادی معنٰی کسی چیز سے رکنا اور اس کو ترک کرنا یا ضبط نفس کے ہیں یعنی اپنے آپکو حدود خداوندی میں رکھنا اور جو اپنے آپ کو غلط راستے سے روکے اور اپنے نفس پر ضبط رکھے صائم کہلاتا ہے شریعت کی اصطلاح میں صوم کے معنی یہ ہیں کہ آدمی صبح صادق سے غروب آفتاب تک کھانے پینے اور جنبی اختلاط سے باز رہے۔

ہجرت کے اٹھارہ مہینے بعد شعبان کے آخری عشرہ ۲ھ میں روزہ فرض ہوا ہر عاقل وبالغ پر ہر سال رمضان شریف کے پورے مہینہ کے روزے فرض ہیں اور انکا انکار کرنے والا کافر ہے اور بلا عذر روزہ ترک کرنے والا فاسق اور گناہ گار ہوگا نبی کریم ﷺ نے شعبان کی آخری تاریخ میں خطبہ دیا اور ارشاد فرمایا لوگو! تم پر بڑا ہی عظمت اور برکت والا مہینہ سایہ فگن ہورہا ہے اس مہنیہ کی ایک رات ایسی ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے اللہ نے اس مہنیہ کے روزے تم پر فرض فرمائے ہیں (بیہقی)

روزہ کا مقصد: قرآن کریم کی خصوصیت یہ ہے کہ جب وہ کوئی حکم دیتا ہے تو اس کے ساتھ اس کے مقصد کی وضاحت بھی کردیتا ہے اور اس حکم پر عمل کرنے سے کیا نتیجہ برآمد ہوگا یہ بھی بتادیتا ہے جب کسی حکم کی غرض

وغایت خوب معلوم ہوجاتی ہے تو اس پر عمل کرنا آسان ہوجاتا ہے۔ جب ہمکو
یہ معلوم ہوگیا کہ اس حکم پر عمل کرنے سے یہ نتیجہ برآمد ہوگا اور یہ فائدہ حاصل
ہوگا تو ہم اس چیز کا جائزہ لیتے رہیں گے کہ اس پر صحیح عمل ہو رہا ہے یا نہیں؟

روزہ کا مقصد اصل مومنین کو سپاہیانہ ومتقیانہ زندگی گذارنے کا عادی
بنانا ہے یہ ایک سالانہ ٹریننگ ہے اگر کسی عمل کا مقصد نہ بتایا جائے تو بلا
سوچے سمجھے میکینیکی طور پر ہم اس عمل کو کرتے رہیں گے اور کبھی یہ نہیں دیکھ
سکیں گے کہ اس حکم کی صحیح تعمیل ہو رہی ہے یا نہیں۔

اگر ایک ڈاکٹر کسی بخار کے مریض کو صحیح دوا اور صحیح مقدار اور وقت پر
دینے کی ہدایت کرتا ہے اور آپ اس دوائی کو ہدایت کے مطابق دیتے ہیں
مگر دیکھتے ہیں کہ بخار ٹس سے مس نہیں ہو رہا ہے تو آپ ضرور سوچیں گے کہ
آخر وجہ کیا ہے کہ ہدایت کے مطابق صحیح دوا دینے کے بعد بھی بخار کنٹرول
کیوں نہیں ہو رہا ہے پھر بھی اگر ہم لگاتار دوا دیتے رہیں گے تو ظاہر ہے کہ
اس سے کیا نتیجہ برآمد ہوگا ہم وقت بھی برباد کریں گے اور مریض کو مزید
ہلاکت کی طرف لیجائیں گے۔

اسی طرح خدائی احکامات پر عمل پیرا ہونے کے بعد اگر اللہ تعالیٰ کے
بتائے ہوئے نتائج برآمد نہیں ہو رہے ہیں تو ہمکو سوچنا چاہئے کہ حکم کی تعمیل
میں ہم سے کہاں کوتاہی ہو رہی ہے اگر نہیں سوچیں گے تو اس سے ہماری
محنتیں بھی رائیگاں جائینگی بلکہ حکم کے مطابق عمل نہ ہونے کی وجہ سے مزید
خرابیاں پیدا ہوں گی روزہ کا عمل ہر قوم میں کسی نہ کسی شکل میں پایا جاتا ہے

اور رسمی طور پر اس کو ادا کیا جاتا ہے مگر اسلام میں کوئی بھی عمل حکمت سے خالی
نہیں ہوتا اور ہر عمل ایک معانی اور مقصد لئے ہوئے ہوتا ہے جس کی
وضاحت خود حق تعالیٰ شانہ فرما دیتا ہے روزہ کا مقصد متقی اور شکر گزار ہوجانا
بتایا گیا ہے۔

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن
قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ. ۲/۱۸۳

"اے ایمان والو تم پر روزہ فرض کیا گیا ہے جس طرح تم سے اگلوں پر فرض کیا
گیا تھا تا کہ تم پرہیز گار بنو"

لغت میں متقی کے معنی احکام خداوندی کا اتباع کرنا اور ان کے مطابق
زندگی گزارنا ہے انسانی زندگی کی دو سطحیں ہیں ایک حیوانی سطح زندگی جس
کے تقاضے وہ ہیں جو دوسرے حیوانات کے ہوتے ہیں یعنی تحفظ خویش۔
(self protection) یعنی اپنی حفاظت اور تغلب (Domination) یعنی
ایک دوسرے پر غلبہ حاصل کرنا اور افزائش نسل (Procreation) اپنے
تحفظ کا جذبہ ہر ایک میں ہوتا ہے وہ اپنے مفاد میں دوسرے کے مفاد کی پروا
نہیں کرتا اور اپنا غلبہ قائم رکھنا چاہتا ہے اس سے تمام کشمکش پیدا ہوتی ہیں
دوسری سطح زندگی وہ ہے جسے انسانی زندگی کہا جاتا ہے اس زندگی کا مقصد
انسانی روح یا ذات (self) کی نشوونما (Development) ہوتا ہے یہ
نشوونما بلند اور مستقل اقدار (Permanent values) یا بلند کردار کے
تحفظ سے ہوتی ہے جو وحی کے ذریعہ سے نبی کو ملتی ہے قرآن کریم کہتا ہے کہ

انسان کو حیوانی سطح زندگی کے تقاضے بھی پورے کرنے ہیں اور ساتھ ساتھ
روح کے تقاضوں کو بھی پورا کرنا ہے اگر کبھی ان دو میں تصادم ہو جائے تو ہمکو
انسانی اقدار یا روح کے مقابلہ میں حیوانی زندگی کے تقاضوں کو قربان کر دینا
چاہئے یہ تقوی کہلاتا ہے اور ان تقاضوں کو قربان کر دینے والا متقی کہلاتا ہے
اس طرح روزہ کا مقصد ہے کہ اپنی زندگی کو اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق
گذارنا اور احکام کے خلاف جو بھی عمل ہے اس سے بچ جانا اور اللہ کا ڈر
ہمارے دلوں میں بیٹھ جانا۔

الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَىٰ مَا هَدَاكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۝

۲/۱۸۵

''اللہ کی بڑائی کرو اس پر کہ اس نے تمکو راہ بتائی تا کہ تم اس کے شکر گذار بنو''

اللہ کی بڑائی خارجی کائنات، سماوات وارض میں براہ راست قائم ہے
تمام کائنات اس کے قوانین کے مطابق رواں دواں ہے۔ اسمیں کسی کو
انحراف (Deviation) کی مجال نہیں کسی کی ہمت نہیں کہ وہ سرکشی
(Refrection) اختیار کرلے۔ کائنات میں اللہ کی کبریائی اس کی از خود قائم
کردہ ہے یعنی کائنات کا ذرہ ذرہ اللہ کے حکموں کے مطابق عمل پیرا ہے اللہ
تعالیٰ نے ان کو اپنے حکموں پر چلنے کا پابند بنا دیا ہے۔

وَلَهُ الْكِبْرِيَاءُ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۴۵/۳۷

''اور اسی کے لئے بڑائی ہے آسمانوں اور زمین میں''

لیکن انسانی دنیا میں اللہ کی کبریائی انسانوں کے ہاتھوں قائم ہوتی ہے

انسان کو آزاد چھوڑ دیا گیا ہے مگر وحی کے ذریعہ اس کی رہنمائی فرمادی گئی کہ
وہ وحی کی رہنمائی میں اللہ کی بڑائی کو قائم کرے اور اس نعمت پر اللہ کا شکر ادا
کرے یہی انسان کا امتحان ہے کہ وہ اس آزادی کو پا کر اللہ کے حکموں پر
چلتا ہے یا آزادی کا غلط استعمال کر کے شیطان کے نقش قدم پر چلتا ہے اگر
وہ اللہ کے بتائے ہوئے راستہ پر چلتا ہے تو وہ اس دنیا میں بھی کامیاب اور
آخرت میں بھی کامیاب قرار پاتا ہے یعنی اس نے جنت میں رہنے کا
استحقاق پیدا کر لیا جنت اللہ تعالیٰ نے ان تربیت یافتہ لوگوں کے لئے بنائی
ہے جو اس دنیا میں رہ کر اللہ تعالیٰ کی کبریائی کا اقرار کریں اور اللہ کی کبریائی
تمام کائنات کی طرح انسانی دنیا میں بھی قائم کریں یعنی اللہ کے حکموں پر خود
بھی چلیں اور دوسروں کو بھی اللہ کے حکموں کیمطابق چلانے کی کوشش کریں
اور اس پر اللہ کا شکر ادا کریں یہی روزہ کا پیغام ہے کہ ہم نے ایک ماہ تک اس
نظام پر کاربند رہنے کی تربیت حاصل کی اور وہ احکام جو اللہ نے قرآن کریم
میں نبی کریم ﷺ کے ذریعہ بھیجے ہیں ان پر اس مہینہ میں زیادہ سے زیادہ
غور و فکر کریں اور پوری طرح ان پر کاربند ہو جائیں۔

وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۝ ۲۰/۱۸۵

''اور تا کہ تم اسکے شکر گذار بنو''

شکر کے معنی نمایاں اور ظاہر کرنے کے ہیں خدا کی دی ہوئی نعمتوں اور
صلاحیتوں کو اس ماہ مبارک میں نشو و نما دیکر اسکو خدا کی مخلوق کے لئے
استعمال کرنا لوگوں کو فیض پہنچانا بے کسوں اور بے سہاروں اور یتیموں

محتاجوں کی مدد کرنا بھوکوں کو کھانا کھلانا اور دوسروں کی زیادتیوں پر صبر کرنا اور برتر اخلاق کا ثبوت دینا اللہ کے شکر ادا کرنے کے معنی میں آتا ہے اور یہی عمل صالح بھی کہلاتا ہے۔

روزہ کے بارےمیں آنحضورﷺکے ارشادات اور ان کی حقیقت

جس شخص نے روزہ رکھنے کے باوجود جھوٹ بولنے اور جھوٹ پر عمل کرنے سے پرہیز نہیں کیا تو اللہ کو اسکے بھوکے رہنے سے کوئی دلچسپی نہیں (بخاری) یعنی ایسا روزہ دار جو روزہ رکھ کر تقوی حاصل نہیں کرتا اور اللہ کے احکام کی پابندی نہیں کرتا، جھوٹ سے نہیں بچتا برے کاموں سے نہیں رکتا، حرام اور حلال کا دھیان نہیں رکھتا، صبر وشکر کا ثبوت نہیں دیتا، اپنی نمازوں کی حفاظت نہیں کرتا ایسے لوگوں کو روزہ سے بھوکا رہنے کے سوا کچھ نہیں ملتا کیونکہ روزہ کی اصل روح ومقصد کے تو وہ پاس سے بھی نہیں گذرا ایسے روزہ دار کی اللہ کو کوئی ضرورت نہیں۔

حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے ’’کہ جب تو روزہ رکھے تو لازم ہے کہ تو اپنے کانوں، اپنی آنکھوں، اپنی زبان، اپنے ہاتھ اور اپنے تمام اعضاء جسم کو خدا کی ناپسندیدہ باتوں سے روکے رکھے۔حدیث‘‘

اگر روزہ رکھ کر اس نے مندرجہ بالا تمام ارشاداتِ رسول ﷺ کا دھیان نہیں رکھا تو اس کا روزہ صرف ایک علامتی اور مصنوعی روزہ ہوگا ایسے روزہ سے اس کو بھوک و پیاس کے علاوہ کچھ بھی ہاتھ نہ آئیگا۔

شیاطین قید کردئے جاتے ھیں: حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ اس مہینہ میں سرکش شیاطین قید کردئے جاتے ہیں (حدیث) رمضان شریف کا مہینہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ایسا مبارک مہینہ عطا کیا ہے جسمیں اللہ تبارک وتعالیٰ کی پوری توجہ بندوں کی طرف رہتی ہے، جب بندہ بھی صدق دل سے اخلاص کے ساتھ روزہ رکھتا ہے اور پورے اہتمام کے ساتھ اللہ کے حکموں پر چلتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسکو شیاطین سے بچنے کا مغفر یا خود (Helmet) عطا فرمادیتا ہے یعنی اسکو گناہ سے بچنے کا بڑا وسیلہ اور ذریعہ مل جاتا ہے اور سرکش شیاطین اس کے سامنے بے بس ہوجاتے ہیں یعنی شیاطین کا اس پر کوئی اثر نہیں ہوتا گویا وہ اس کے لئے قید ہوجاتے ہیں وہ صائم (روزہ دار) پر کوئی دسترس حاصل نہیں کرسکتے۔حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے روزہ آدمی کے لئے ڈھال ہے جب تک وہ اسے پھاڑ نہ ڈالے۔ (حدیث)

جس طرح ڈھال (Shield) تلوار سے آدمی کی حفاظت کرتی ہے اسی طرح روزہ آدمی کو برائیوں سے بچاتا ہے جب تک ڈھال محفوظ رہے گی آپ تلوار کے وار سے محفوظ رہیں گے اگر ڈھال پھٹ گئی تو ہم حملہ کی زد میں آجائیں گے اگر ہم روزہ رکھ کر اللہ کے احکام کی پابندی کررہے ہیں اور ہر طرح کی برائیوں سے بچ رہے ہیں تو ہمارا روزہ باروح ہے اور ہم شیاطین کے حملہ سے محفوظ ہیں اور اگر روزہ رکھ کر اس کے حق کو ادا نہیں کررہے ہیں تو ہمارا روزہ بے روح ہے وہ ہماری حفاظت نہیں کرپائیگا مندرجہ بالا دونوں

حدیثوں کی وضاحت بجلی کے کرنٹ سے بھی کر سکتے ہیں جیسے بجلی کے ننگے تاروں میں کرنٹ بہہ رہا ہے اس سے معمول (Touch) ہونے پر ہم بجلی کے کرنٹ کا شکار ہو جاتے ہیں اور جب ان تاروں کو منفصل (Insulated) کر دیتے ہیں یعنی ربر چڑھا دیتے ہیں تو یہ منفصل تار تب تک ہماری حفاظت کرتے رہیں گے جب تک کہ ہم ان کو منفصل (Insulated) رہنے دینگے یعنی جب تک تاروں کے اوپر کی ربر محفوظ ہے ہم بجلی کے صدمہ Electric (shock سے محفوظ رہیں گے اگر ہم اس ربر کو پھاڑ دیں گے تو ہم بجلی کے صدمہ کے شکار ہو جائیں گے اسی طرح رمضان شریف میں ہم اللہ کے تمام احکامات کی پابندی کرینگے اور جسم کے ہر اعضاء کو اللہ کی منع کی ہوئی چیزوں سے بچائیں گے تو ہم منفصل یعنی ربر چڑھی ہوئی تار کی طرح شیاطین کے حملوں سے محفوظ ہو جائیں گے۔ بغیر رمضان کے گناہوں میں مبتلا ہونے کا ہمکو زیادہ اندیشہ رہتا ہے۔ ہم آسانی سے شیاطین کا شکار بن سکتے ہیں (جیسے بجلی کے ننگے تاروں کے ذرا سے لمس سے ہم بجلی کے صدمہ کا شکار ہو جاتے ہیں) مگر رمضان المبارک میں ہم خود ہی گناہ کی سعی کریں گے تو گناہ کا شکار ہونگے ویسے شیاطین آسانی سے ہمارے اوپر غالب نہیں آسکتے یعنی شیاطین ہمارے اوپر حاوی ہونے سے مجبور ہو جائینگے جب تک کہ ہم خود ہی گناہ کی طرف راغب نہ ہو جائیں اگر ہم نے روزہ کو اس کی اصل روح کے ساتھ رکھا ہے تو کوئی امکان ہی نہیں کہ یہ انفصال (Insulation) یا کوچ (Helmet) ناکارہ ہو جائے جب تک کہ ہم خود ہی تاروں کی ربر کو

اکھاڑ نہ دیں ہمارا روزہ تب ہی صحیح معنی میں روزہ ہوگا جب ہمارے اندر تقویٰ اور شکر کا جذبہ پیدا ہو جائیگا روزہ کے ذریعہ تربیت پا کر آدمی اس قابل ہو جاتا ہے کہ وہ اللہ کے حکموں کے مطابق اپنی پوری زندگی گذارے اللہ کی بڑائی قائم کرے اللہ کا شکر ادا کرے اور اپنے آپ کو جنت کا شہری بن نے کا مستحق بنالے اور اللہ کی دی ہوئی نعمتوں وصلاحیتوں کو نوع انسانی کے لئے اللہ کے حکموں کے مطابق استعمال کرے اور پھر اللہ رب العزت سے یہ دعا کرے۔

قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِیْٓ اَنْ اَشْکُرَ نِعْمَتَکَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰهُ وَاَصْلِحْ لِیْ فِیْ ذُرِّیَّتِیْ . ۴۶/۱۵

"اے میرے رب مجھکو توفیق دے کہ میں تیرے احسان کا شکر کروں جو تو نے مجھ پر کیا اور میرے ماں باپ پر کیا اور یہ کہ وہ نیک عمل کروں جس سے تو راضی ہو جائے۔"

جب عمل ہی نہیں قرآن میں کیا رکھا ہے
لاکھ قرآن کو سینے سے لگا رکھا ہے
اقبال

عید

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ۱۰/۵۸

"کہو کہ یہ اللہ کے فضل اور اسکی رحمت سے ہے اب چاہئے کہ لوگ خوش ہوں"

لغت میں عید کے معنی خوشی کے ہیں حقیقت میں عید جشن نزول قرآن ہے کیونکہ قرآن پاک اسی ماہ مبارک میں نازل ہوا نزول قرآن کے اس مہینہ میں جب ہم قرآن شریف کے احکام پر غور و تدبر کرتے ہیں اور مکمل طریقہ پر اسکی تعلیمات پر عمل پیرا ہوتے ہیں تو ہم تقویٰ حاصل کر لیتے ہیں۔ اللہ کی کبریائی قائم کرنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں اور اللہ کے آئین کو اپنے اوپر لاگو کر لیتے ہیں اور اسکی ان تمام نعمتوں پر شکر ادا کرتے ہیں اور اللہ کی ذات سے یہ امید رکھتے ہیں کہ ہم نے ایک ماہ تک جو تربیت حاصل کی وہ کامیابی کے ساتھ تکمیل تک پہونچ گئی اور ہماری تمام دعائیں اور مرادیں اللہ تعالیٰ نے قبول کر لیں تو ہم خوشی سے جھوم اٹھتے ہیں اور اسی خوشی کو عید کا چاند دیکھ کر جشن کے روپ میں مناتے ہیں عید کی صبح کو ہم جلدی اٹھتے ہیں غسل کرتے ہیں اور عمدہ سے عمدہ جو لباس (پاک وصاف) میسر ہو، زیب تن کرتے ہیں خوشبو لگاتے ہیں اور اول وقت تکبیر پڑھتے ہوئے عید گاہ جاتے ہیں اور دو رکعت نماز ادا کرتے ہیں اور اسمیں چھ زائد تکبیریں کہتے ہیں جو اس بات کی علامت ہے کہ ہم اللہ کی کبریائی قائم کرنے کے لئے اب تربیت

یافتہ سپاہی بن گئے تربیتی کورس ختم ہوا اب ہم عملی طور پر اپنی پوری زندگی اس تربیت کیمطابق گذار دینگے اور پورے معاشرے کو احکام خداوندی پر چلانے کے لئے کوشاں ہوں گے۔ نماز کے بعد دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا اس بات کے لئے شکر ادا کرتے ہیں کہ اس نے اس ماہ مبارک میں اپنی نعمتیں اور رحمتیں نازل فرمائیں اور اپنے احکام پر پابندی کرنے کی توفیق عطا کی۔ اس کے بعد خطبہ سنتے ہیں جسمیں احکام عید بتائے جاتے ہیں اور جو عبادتیں، محنتیں بندے نے اس ماہ مبارک میں کی تھیں اسپر جو اجر و ثواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیا جاتا ہے اس کے بارے میں بتایا جاتا ہے صدقۂ فطر کے احکامات بتائے جاتے ہیں اور جو تمنائیں اور دعائیں تم اپنے دلوں میں رکھتے ہو وہ سب اس ماہ مبارک کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو گواہ بنا کر قبول کر لیں اور لوگ خوشی خوشی اس امید کیساتھ کہ ہماری دعائیں قبول کر لی گئیں گھروں کو لوٹتے ہیں خوشیاں مناتے ہیں ایک دوسرے کو عید کی مبارک باد دیتے ہیں ایک دوسرے کی مٹھائیوں سے خاطر و تواضع کرتے ہیں بزرگوں کی دعائیں لیتے ہیں اور قبرستان جا کر گذرے ہوئے لوگوں کے لئے اپنے دلوں میں جو نیک خواہشات رکھتے ہیں انکا اظہار کرتے ہیں دعائیں کرتے ہیں اس طرح عید ایک ایسا تہوار ہے جسمیں ہم غریبوں سے بھی ملتے ہیں اپنے سے زیادہ حیثیت والے لوگوں سے بھی ملتے ہیں بچوں اور بوڑھوں کو بھی عید کی خوشیوں میں شامل کرتے ہیں حتیٰ کہ اس مبارک موقع پر اس دنیا سے رخصت ہوئے لوگوں کو بھی ہم نہیں بھولتے۔

حدیث پاک میں ارشاد ہے کہ عید کی رات کو لیلۃ الجائزہ یعنی انعام کی
رات کہا جاتا ہے اور جب عید کی صبح ہوتی ہے تو حق تعالیٰ شانہ فرشتوں کو تمام
شہروں میں بھیجتے ہیں کہ وہ زمین پر اتر کر تمام گلیوں راستہ کے سروں پر
کھڑے ہو جائیں اور ایسی آواز سے جس کو جنات اور انسان کے سوا ہر مخلوق
سنتی ہے پکارتے ہیں کہ اے محمد ﷺ کی امت اس کریم رب کی بارگاہ کی
طرف چلو جو بہت زیادہ عطا فرمانے والا ہے بڑے بڑے قصوروں کو معاف
فرمانے والا ہے پھر جب لوگ عیدگاہ کی طرف نکلتے ہیں تو حق تعالیٰ شانہ
فرشتوں سے دریافت فرماتے ہیں کیا بدلہ ہے اس مزدور کا جو اپنا کام پورا
کر چکا ہو وہ عرض کرتے ہیں کہ ہمارے معبود اور ہمارے مالک اسکا بدلہ یہی
ہے کہ اسکی مزدوری پوری پوری دیدی جائے تو حق تعالیٰ شانہ ارشاد فرماتے
ہیں کہ فرشتوں میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے ان کے رمضان کے
روزوں اور تراویح کے بدلہ میں اپنی رضا اور مغفرت کردی اور بندوں سے
خطاب فرما کر ارشاد ہوتا ہے کہ اے میرے بندوں مجھ سے مانگو میری عزت
کی قسم میرے جلال کی قسم آج کے دن اس اجتماع میں مجھ سے آخرت کے
بارمیں جو سوال کرو گے عطا کرونگا اور دنیا کے بارمیں جو سوال کرو گے اسمیں
تمہاری مصلحت پر نظر کرونگا۔ میری عزت کی قسم جب تک تم میرا خیال
رکھو گے میں تمہاری لغزشوں پر ستاری کرتا رہوں گا (اور انکو چھپاتا
رہوں گا) میری عزت کی قسم میرے جلال کی قسم میں تمہیں مجرموں اور
(کافروں) کے سامنے رسوا و فضیحت نہ کروں گا بس اب بخشے بخشائے اپنے

گھروں کو لوٹ جاؤ تم نے مجھے راضی کردیا اور میں تم سے راضی ہوگیا پس
فرشتے اس اجر وثواب کو دیکھ کر جو اس امت کو افطار کے دن ملتا ہے خوشیاں
مناتے ہیں اور کھل جاتے ہیں، حدیث پاک میں عید کی رات کو لیلۃ الجائزہ
کہا گیا ہے اس رات میں مومنین کی۔ کی ہوئی محنتوں اور تربیت کا جائزہ لیا
جاتا ہے اور اسکے مطابق انعام کا تعین کیا جاتا ہے عید کی صبح کو فرشتے ہر جگہ پر
موجود ہوتے ہیں اور ان روزہ داروں کا استقبال کرتے ہیں جنھوں نے
ایک ماہ کی مشکل ترین تربیت کو کامیابی کے ساتھ پورا کیا اور اس بات کا عہد
کیا کہ اب ہم اپنی پوری زندگی اس تربیت کے مطابق پورا کریں گے۔

فرشتے انکو عیدگاہ چلنے کی دعوت دیتے ہیں تاکہ وہاں پر ان تربیت یافتہ
سپاہیوں کو سند کامیابی دی جائے اور انسانیت کی فلاح و بہبود واجتماعیت کو
قائم رکھنے کی جوان کی تمنائیں ہیں انکو پورا کیا جائے اور ان سے جو لغزشیں
ہوئی ہوں ان کو معاف فرمادیا جائے جب مسلمان عیدگاہ میں جا کر دو رکعت
نماز شکرانہ ادا کرتے ہیں اور دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتے ہیں تو انکو انکی محنتوں کا
پورا پورا بدلہ عطا فرمادیا جاتا ہے اور جو آرزوئیں وتمنائیں لیکر وہ عیدگاہ میں
آئے تھے انکو پورا کردیا جاتا ہے ان کے گناہوں کو معاف فرمادیا جاتا ہے اور
اب وہ خوشی خوشی اپنے گھروں کو لوٹ جاتے ہیں اس اجتماع میں ان کو اس
بات کی ضمانت مل جاتی ہے کہ اگر تم اس تربیت کے مطابق اپنے فرائض
انجام دیتے رہو گے تو میں تمہاری آئندہ بھی مدد کرتا رہوں گا اور جو لوگ
تمہارے کاموں میں رکاوٹ بنیں گے ان کے سامنے تمکو سرخرو کرونگا اور ہر

اس کام کو جو تم فلاح انسانیت کے لیے کرو گے میں تمہاری مدد کروں گا۔ اللہ تعالیٰ اپنے ان بندوں سے خوش ہو جاتا ہے کیونکہ انھوں نے اپنے عمل سے اسکو خوش کر دیا۔ اس جشن کی برکات وعنایات کو دیکھکر فرشتے بھی خوشی سے جھوم اٹھتے ہیں کیونکہ جب انسان اللہ کے حکموں کے مطابق عمل کرتا ہے تو وہ فرشتوں کے عمل میں شامل ہو جاتا ہے۔

حج

حج کے معنی لغت میں قصد (ارادہ) کرنے کے آتے ہیں اسلامی شریعت میں حج سے مراد وہ سالانہ اجتماع ہے جسمیں تمام دنیا سے فرزندان توحید مکہ معظّمہ پہونچکر طواف خانہ کعبہ کرتے ہیں عرفات کے میدان میں قیام کرتے ہیں اور دوسرے مناسک حج ادا کرتے ہیں حج بھی اسلام کا ایک بنیادی رکن ہے دوسری عبادات کی طرح اسکی روح بھی تقویٰ ہے۔

وَتَزَوَّدُوا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوَىٰ ۲/۱۹۷

"اور تم زادِ راہ لو، اور تقویٰ بہترین زادراہ ہے"

اسلام کی دوسری عبادات ہمکو یہی سکھاتی ہیں کہ ہم اللہ سے ڈرنے والے بن جائیں یعنی احکام خداوندی کے خلاف ہمارا کوئی بھی عمل نہ ہو ہماری پوری زندگی اس کے احکامات کے مطابق گذرے حج بھی ہمکو یہی تعلیم دیتا ہے کہ ہم پرہیزگاروں کی طرح زندگی گذاریں ہمارا کوئی بھی عمل اسکی رضا کے خلاف نہ ہو۔ لوگ جب حج کا ارادہ کرتے ہیں تو سب سے پہلے سامان سفر اکٹھا کرنے میں لگ جاتے ہیں اور اصل پہلو کو بھول جاتے ہیں جس کی طرف توجہ ہم کو حج کا ارادہ کرتے ہی شروع کر دینی چاہیئے اگر ہماری زندگی اب تک بے راہ روی میں گذر رہی تھی تو اب اسکا رخ احکام خداوندی کی طرف موڑ دینا چاہیئے۔ معاملات اخلاق اسلامی اصولوں کے

مطابق کرنے کی سعی کرنی چاہئے حقوق العباد صلہ رحمی پر پوری توجہ دینی چاہیے قطع رحمی سے بچنا چاہئیے مخلوق خداوندی کے لئے ہم سراپا رحمت نظر آئیں اور لوگوں کے دکھ درد میں شریک ہونے والے بنیں بے حیائی بے شرمی سے بچیں اور اللہ کے منع کئے ہوئے کاموں سے بچیں ظاہری و باطنی پاکی ہمارے رگ و پا میں پیوست ہو جائے۔ جو شخص یہ زادِ راہ اپنے ساتھ لیکر حج کے لئے نکلے گا وہی متقی ہوگا یعنی تقوے کا شعور اسکو حاصل ہو گیا اس نے وہ چیز ساتھ لی وہ زادِ راہ ساتھ لیا جو اللہ کو مطلوب ہے جو آدمی حج کو جانے کی استطاعت رکھتا ہو اس پر زندگی میں ایک بار حج فرض ہے۔

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِينَ ۝ ۳/۹۷

"اور لوگوں پر یہ اللہ کا حق ہے کہ جو اس گھر تک پہونچنے کی استطاعت رکھتا ہو وہ اسکا حج کرے اور جو کوئی منکر ہوا تو اللہ تعالیٰ تمام دنیا والوں سے بے نیاز ہے"

مندرجہ بالا آیت میں حج کو اللہ تعالیٰ کا حق بتایا گیا ہے اگر کوئی شخص سفر حج پر جانیکی استطاعت رکھتا ہو تو وہ ضرور وہاں پہونچکر حضرت ابراہیمؑ کی پکار کا جواب دے لبیک اللھم لبیک، حضرت ابراہیمؑ کی سرزمین میں پہونچکر ہم ابراہیمی رنگ میں رنگ جائیں اور جو شخص استطاعت رکھتے ہوئے اللہ کے اس حق کو ادا نہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس سے بے نیاز ہے۔

فَمَنْ فَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ وَمَا تَفْعَلُوْ مِنْ خَيْرٍ يَعْلَمْهُ اللّٰهُ. ۲/۱۹۷

"پس جس نے حج کا عزم کرلیا تو پھر اسکو حج کے دوران نہ کوئی فحش بات کرنی ہے اور نہ گناہ اور نہ لڑائی جھگڑے کی اور جو نیک کام تم کروگے اللہ اس کو جان لیگا۔"

ویسے تو ایمان لانے کے بعد ہر آدمی پر یہ واجب ہو جاتا ہے کہ وہ اپنی پوری زندگی اللہ کے احکام کے مطابق گذارے لیکن حج کے سفر کے لئے اسکا خاص اہتمام کرے کیونکہ وہ اس رب العزت کی بارگاہ میں حاضری دینے کے لئے جا رہا ہے جو تمام کائنات کا پالن ہار ہے اور وہ اس مشن پر جا رہا ہے جس کو حضرت ابراہیمؑ نے اپنی زندگی کا مقصد بنایا تھا اس مقصد پر ہم نے لبیک کہا ہے اور حضرت ابراہیمؑ کی سنت کو زندہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے حکموں کے آگے ہمکو اپنی پوری زندگی قربان کر دینی ہے۔

وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ ۝ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ ۝ اللّٰهِ فِيٓ أَيَّامٍ مَعْلُومٰتٍ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ ۖ فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْبَائِسَ الْفَقِيرَ ۝ ثُمَّ لْيَقْضُوا تَفَثَهُمْ وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ ۝ ۲۲/۲۹

"اور لوگوں میں حج کا اعلان کردو، وہ تمہارے پاس آئیں گے پیروں پر چلکر اور دبلے اونٹوں پر سوار ہوکر جو کہ دور دراز راستوں سے آئیں گے تاکہ وہ اپنے فائدہ کی جگہوں پر پہونچیں اور چند معلوم دنوں میں ان چوپایوں پر اللہ کا نام لیں جو اس نے انھیں بخشے ہیں پس اسمیں سے کھاؤ اور مصیبت زدہ

محتاج کو کھلاؤ تو چاہئے کہ وہ اپنا میل کچیل ختم کردیں اوراپنی نذریں پوری
کریں اوراس قدیم گھر کا طواف کریں''

جوشخص بھی حضرت ابراہیمؑ کی پکار پر اس مرکز عبادت پر پہونچے گا
چاہے وہ قریب سے آیا ہو یا دور دراز کے ملکوں سے۔اس پر اللہ کی رحمتیں
وبرکتیں نازل ہوں گی۔ یہاں آکراس کودین ودنیا کےفوائد حاصل ہونگے
جن عبادتوں کو وہ صرف اعتقادی طور پر کررہا تھا یہاں آکراسکو عملی طور پر
دیکھنے کا موقع ملے گا وہ بہت سے حج کے مراسم ادا کرتا ہے جسمیں وہ اللہ کے
نام پر قربانی بھی کرتا ہے اسمیں سے وہ خود بھی کھاتا ہے اور دوسرے مہمانوں
کو بھی کھلاتا ہے اور محتاجوں کو بھی دیتا ہے اس جذبہ کے ساتھ کہ وہ اپنی زندگی
میں دین کے لئے ہر وہ قربانی دینے کیلئے تیار ہے جو اللہ تعالیٰ کو اس سے
درکار ہے وہ اپنا مال بھی قربان کردیگا اوراپنی جان بھی قربان کردیگا جب یہ
کیفیت اس کے اندر صدق دل سے پیدا ہوگئی تو اسکی اندورنی زندگی تمام
برائیوں سے پاک ہوجائیگی اور وہ تمام ارکان حج پورے کرکے ایک صالح
اور تربیت یافتہ سپاہی بنکر گھر لوٹتا ہے اور صحیح معنی میں حاجی کہلاتا ہے حج ایک
جامع عبادت ہے جسمیں مال بھی خرچ ہوتا ہے جسمانی مشقت بھی اٹھانی
پڑتی ہے اسمیں اللہ کی یاد بھی شامل ہے اور اللہ کے لئے قربانی بھی اس طرح
حج ایک ایسی عبادت ہے جسمیں تمام عبادتوں کی روح کسی نہ کسی اعتبار سے
شامل ہے۔

اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِىْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۶﴾

۳/۹۶

''بیشک پہلا گھر جو لوگوں کے لئے بنایا گیا وہ وہی ہے جو مکہ میں برکت والا
اور سارے جہاں کے لئے ہدایت کا مرکز''

ہدایت کے معنی ہیں وحی کی رہنمائی جیسے آنکھ کو دیکھنے کے لئے سورج
کی روشنی کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح ہمکو صحیح زندگی گزارنے کے لئے
اور سیدھے راستہ پر چلنے کے لئے وحی کی روشنی کی ضرورت ہے۔ دنیا میں
سب سے پہلے نوع انسانی کی ہدایت کے لئے جو مرکز بنایا گیا وہ مکہ ہے جس
کو اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کے لئے مخصوص کیا اور اس کی تعمیر حضرت
ابراہیمؑ کے ذریعہ عمل میں آئی یہ لوگوں کے لئے واجب الاحترام مقام ہے
اور وہ مرکز ہے جہاں سے لوگ ہدایت کی روشنی لیکر تمام دنیا میں پھیلیں گے او
رامن اور سلامتی کا پیغام دنیا کو پہونچائیں گے اور دنیا سے ظلم واستبداد کا
خاتمہ کریں گے حضرت ابراہیمؑ کی پکار کا یہی مطلب تھا کہ لوگ اس ہدایت
کے مرکز پر آئیں اور اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں کہ یہ نظام انسانیت کے لئے
کتنا فائدہ مند ہے یہاں پر تربیت حاصل کرنے کے بعد حاجی بنکر جانے والا
ایک نمونہ بن جاتا ہے، اسلام کا بھائی چارے کا اور نمونہ ہوتا ہے خلوص ومحبت
کا لوگ اس سے حق کے سوا کچھ امید نہ رکھیں اخلاق آکر اس سے سیکھیں
معاملات آکر اس سے سمجھیں، پاکی اور صفائی اور طہارت کا درس اس سے
لیں، عاجزی وانکساری صبر وبرداشت ہمت واستقلال حلم وبردباری کی وہ

جیتی جاگتی تصویر ہو۔

اگر حج کرنے کے بعد آدمی میں یہ سب بدلاؤ نہیں آتے جن کی اس نے اس مقام ہدایت سے تربیت حاصل کی ہے تو وہ حج اس کے لئے ایک سیاحی ہوگا اس نے اپنے اس سفر سے سیر وتفریح کے علاوہ کچھ حاصل نہیں کیا اس نے اپنا مال بھی ضائع کیا اور وقت بھی برباد کیا یہ سفر صرف اس کے لئے خسارہ کا سبب ہوگا نہ کہ فوائد کا۔ حج کے سفر کے بعد حاجی میں غیر معمولی تبدیلی پیدا ہو جانی چاہئے اب اس کا ہر عمل اسلام کی ترازو میں تلنا چاہئے کوئی بھی عمل اسکا اسلام کے منافی نہیں ہونا چاہئے اور اگر بھولے سے کوئی غلطی سرزد ہو جائے تو فوراً اللہ سے رجوع کرنا چاہئے اور جب تک سچی توبہ اور آنسوؤں سے اسے دھونہ ڈالے اس کو چین نہیں آنا چاہئے اور ساتھ ساتھ اس غلطی کے تدارک کے لئے نیک کاموں میں اضافہ کر دینا چاہئے۔ کیونکہ وہ جانتا ہے۔

اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ. ۱۱/۱۱۴

(بیشک نیکیاں دور کرتی ہیں برائیوں کو)

اب وہ پہلے سے زیادہ خدمت خلق ودعوت حق اور انسانیت کی فلاح وبہبود کے کاموں میں لگ جاتا ہے اور اللہ کے پیغامات دوسروں تک پہونچانے میں زیادہ دلچسپی لیتا ہے یعنی اب اس نے حج کا اصل مقصد تقوی حاصل کرلیا اسلام میں کوئی بھی عبادت برائے عبادت نہیں بلکہ عبادت برائے مقصد ہے اور ہر عبادت کا اللہ نے قرآن کریم میں مقصد بتا دیا ہے ہر

عبادت میں دونوں چیزیں شامل ہیں ثواب بھی اور مقصد بھی اگر یہ دونوں پہلو ہمارے مدنظر ہونگے تو عبادت کا صحیح مفہوم معلوم ہو جائیگا اور اس عبادت کے کرنے میں زیادہ لگن اور دلچسپی پیدا ہو جائیگی اور وہ تمام نتائج سامنے آجائیں گے جس سے اپنا اور معاشرہ کا نشوونما (Development) بہتر طریقہ پر ہو کیونکہ اگر نتیجہ صحیح برآمد نہیں ہو رہا ہے تو ضرور ہماری عبادت میں کچھ کمی ہے اس کے بارےمیں ہمکو غور وفکر کرنا پڑیگا کہ آخر ہماری عبادت سے صحیح نتیجہ کیوں نہیں برآمد ہو رہا ہے ہمکو اپنی عبادت سے ثواب جو کہ اللہ تعالیٰ نے اس عبادت پر رکھا ہے تب ہی ملیگا جب ہماری عبادت سے مطلوبہ نتائج حاصل ہوں گے۔ جیسے مادی دنیا میں اللہ نے ہر عمل کا ایک متعین فارمولا مقرر کیا ہے اسی طرح معاشی تمدنی سماجی دنیا میں بھی فارمولے مقرر کئے ہیں جیسے آکسیجن کے ایک جوہر اور ہائیڈروجن کے دو (Atom) مناسب حالات میں ملنے پر ہر حالت میں پانی بنتا ہے اسی طرح ہماری عبادت اگر متعین طریقوں اور متعین اوقات اور متعین اصولوں کے مطابق ہوگی تو اسکے نتائج بھی اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے قانون کے تحت برآمد ہونگے اور اس عبادت کا متعین ثواب بلکہ اس سے بھی کہیں زیادہ ہمکو ملے گا۔

رسول اللہؐ کا حج: رمضان آٹھ ہجری میں مکہ فتح ہوا ۹ھ میں حج فرض ہوا اور اسی سال حضور اکرم ﷺ نے تین سو مسلمانوں کا امیر بنا کر حضرت ابوبکر صدیقؓ کو حج کے لئے مدینہ سے روانہ کیا حج فرض ہونے کے بعد یہ مسلمانوں کا پہلا حج تھا اس حج میں مشرکین بھی شامل تھے مگر سورہ توبہ

نازل ہوجانے کے بعد اسی سال حج میں یہ اعلان کر دیا گیا کہ اگلے سال
مشرکین اس اجتماع میں شامل نہ ہوں گے یہ اعلان حضرت علیؓ نے کیا سورہ
توبہ کا نزول حضرت ابوبکر صدیقؓ کے مدینہ سے حج کے لئے روانگی کے بعد
ہوا اس سورت کے نازل ہونے کے بعد حضور ﷺ نے حضرت علیؓ کو اس کا
اعلان کرنے کے لئے بعد میں مکہ روانہ کیا۔

۱۰ھ میں رسول اللہ ﷺ نے حج کا ارادہ کیا اور تمام قبائل میں اس کی
اطلاع بھیج دی تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ اس اجتماع میں شامل ہوسکیں اور
رسول اللہ ﷺ کو حج کے اعمال کرتے ہوئے اپنی آنکھوں سے دیکھیں
کیونکہ اس کے بعد حضورؐ کے ساتھ حج کرنیکی سعادت نصیب نہیں ہوئی
تھی۔ رسول اللہ ﷺ کے حج کی روانگی کی اطلاع اطراف ملک میں پہونچی
تو تمام علاقوں سے لوگ حج کے قافلہ میں شامل ہونے کے لیے مدینہ جمع
ہونے لگے تقریباً ایک لاکھ کے جم غفیر کے ساتھ حضور ﷺ مکہ کی طرف
روانہ ہوئے راستہ میں بھی لوگ اس قافلہ میں فوج درفوج شامل ہوتے
رہے۔ مکہ پہونچنے تک تقریبا سوا لاکھ کا مجمع اکٹھا ہوگیا تمام ازواج مطہرات
بھی آپکےؐ شریک سفر تھیں۔

شنبہ :- (بار) پچیس ذی قعدہ ۱۰ھ کو آپ مدینہ سے روانہ ہوئے
جس طرف بھی نظر اٹھتی تھی آدمیوں کا ایک ہجوم دکھائی دیتا تھا روانگی سے قبل
حضورؐ نے چار رکعت نماز مدینہ میں ادا کی اس کے بعد آپ نے تقریر کی جس
میں احرام باندھنے کے فرائض و آداب بیان فرمائے اور اس کے بعد مدینہ

سے روانہ ہوئے آپ قصویٰ نامی اونٹنی پر سوار تھے آپ نے مدینہ سے پانچ
میل کے فاصلہ پر ذوالحلیفہ میں قیام کیا یہ مدینہ سے آنے والوں کے لئے
میقات ہے یہاں پر حضور اکرم ﷺ نے رات گذاری فجر کی نماز ادا کی
ظہر کی نماز سے قبل غسل فرمایا اور دو رکعت نماز ظہر قصر ادا کی اور حج وعمرہ کا
احرام باندھا اس کے بعد مسجد سے باہر تشریف لاکر اونٹنی پر سوار ہوئے اور پھر
تلبیہ کہتے ہوئے۔

**لبیلک اللھم لبیک لبیک لاشریک لک لبیک ان الحمد
والنعمة لک والملک لاشریک لک** "ہوں خدایا حاضر ہوں حاضر
ہوں تیرا کوئی شریک نہیں میں حاضر ہوں تعریف اور نعمت تیرے ہی لئے ہے
اور بادشاہی میں تیرا کوئی شریک نہیں۔" اتوار چار ذی الحجہ کو نو دن کے بعد یہ
قافلہ مکہ مکرمہ پہونچا آپ نے جب بیت اللہ پر نظر ڈالی تو یہ کلمات پڑھے
اللہ زد بیتک ھذا تشریفا وتعظیما وتکریما ومھابۃ اے اللہ تو
اپنے کے شرف وعظمت وتکریم میں اضافہ فرما۔" آپ اپنے ہاتھ اٹھا کر تکبیر
کہتے اور **اللھم انت السلام ومنک السلام حینا ربنا والسلام**
اے اللہ تو سلامتی ہے تجھی سے سلامتی ہے اے ہمارے رب ہم کو سلامتی کے
ساتھ زندہ رکھ۔" حرم میں پہونچ کر آپ نے بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر طواف
قدوم (حج وعمرہ کا طواف) شروع کردیا سب سے پہلے آپؐ نے حجر اسود کا
بوسہ دیا (استلام) اور دائیں جانب سے چل کر خانہ کعبہ کا طواف (چکر لگانا)
کیا اور طواف کے دوران جب حجر اسود کے سامنے آئے تو آپؐ اپنی چھڑی

کے اشارے سے استلام کرتے طواف کے پہلے تین چکر (شوط) میں آپ ؐ
تیز چلے جسکو رمل کہتے ہیں اور بعد کے چار چکر درمیانہ چال سے پورے کئے
آپ ؐ کے بائیں شانہ پر احرام کی چادر پڑی ہوئی تھی اور دایاں شانہ کھلا تھا
اس طریقہ کو اضطباع کہا جاتا ہے رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیانی حصہ میں
حضور اکرم ﷺ نے یہ دعا پڑھی **ربنا آتنا فی الدنیا حسنة وفی الاخرة حسنة وقنا عذاب النار** (اے ہمارے رب ہمیں دنیا میں بھی
بھلائی دے اور آخرت میں بھی بھلائی دے اور ہم کو آگ کے عذاب سے
بچا" بیت اللہ کا وہ گوشہ جو یمن کی جانب ہے رکن یمانی کہلاتا ہے طواف خانہ
کعبہ کے بعد آپ مقام ابراہیمؑ کے پاس آئے اور یہ آیت پڑھی۔

وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى ۔ ۲/۱۲۵

"مقام ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بنالو"

مقام ابراہیم کے پاس کھڑے ہو کر آپ ؐ نے دو رکعت نماز ادا کی اس
کے بعد پھر حجر اسود کا بوسہ لیا پھر صفا (ایک پہاڑی) کی طرف روانہ ہوئے
اور قریب پہونچکر فرمایا۔

اِنَّ الصَّفَا وَ الْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ ط ۲/۱۵۸

"بیشک صفا و مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں"

میں اسی سے شروع کرتا ہوں جو اللہ نے شروع کیا پھر آپ صفا پر اتنی
اونچائی تک چڑھے جہاں سے خانہ کعبہ دکھائی دینے لگا آپ ؐ نے قبلہ کی
طرف متوجہ ہو کر یہ کلمات پڑھے۔

لاالہ اللہ وحدہ لاشریک له الملک وله الحمد وهو علی کل شی قدید لاالہ الا اللہ وحدہ اخر وعدہ ونصر عبدہ وهزم الاحزاب وحدہ.

"اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اسکا کوئی شریک نہیں اسی کی
بادشاہی ہے اور اسی کے لئے ساری تعریفیں ہیں اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا
ہے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اور اس نے اپنا وعدہ پورا کر دیا اس
نے اپنے بندے کی مدد فرمائی اور تمام گروہوں کو تنہا شکست دی۔" پھر اس
کے بعد آپ مروہ (دوسری پہاڑی) پر اتنی اونچائی تک چڑھے کہ خانہ کعبہ
دکھائی دینے لگا یہاں بھی آپ ؐ نے تکبیر و تہلیل فرمائی اور دعا مانگی جب آپ
نشیب میں آتے تو دوڑنے لگتے اور جب آپ اوپر چڑھتے تو درمیانہ چال
سے چلتے اسی طرح آپ ؐ نے سات چکر لگائے اور ساتواں چکر مروہ پر ختم ہوا
اس کے بعد آپ ؐ قیام گاہ پر تشریف لائے اور چار روز قیام کیا۔

۱۰ھ آٹھ ذی الحجہ کو آپ تمام اصحاب کے ساتھ منیٰ گئے جاتے وقت
کوئی طواف نہیں کیا اس دن ظہر عصر مغرب وعشاء کی نمازیں آپ ؐ نے منیٰ
میں پڑھیں اور یہیں رات میں قیام کیا صبح نو ذی الحجہ بروز جمعہ کو آپ عرفات
کی طرف روانہ ہوئے آپ عرفہ (وادی عرفہ) کے ایک خیمہ میں اترے
صحابہؓ میں سے کوئی تکبیر پکارتا تھا اور کوئی لبیک جب زوال کا وقت ہوا تو آپ
اونٹنی پر سوار ہو کر عرفہ کے میدان میں پہونچے (یہاں اب مسجد نمرہ ہے)
حضور ﷺ نے خطبہ دیا جو حجۃ الوداع کہلاتا ہے خطبہ کے بعد آپ نے

حضرت بلالؓ کو حکم دیا انھوں نے اذان دی اور ظہر وعصر کی نمازیں ایک اذان اور دو اقامت سے اکٹھی پڑھیں۔ ظہر کی قرات بالجہر نہیں کی کیونکہ یہ جمعہ کی نماز نہیں بلکہ ظہر کی قصر نماز تھی نماز کے بعد آپ عرفات کے اس مقام پر آئے جسکو وقوف کی جگہ کہا جاتا ہے یہاں پر آپؐ نے سورج کے ڈوبنے تک اونٹ پر بیٹھ کر دعا کی آپ نے فرمایا کہ اس دن کی دعا بہترین دعا ہے اور آپ یہ دعا پڑھ رہے تھے۔

اللهم انک تسمع کلامی وتری مکانی وتعلم سری وعلانیتی لایخفی علیک شی ممن امری انا الباس الفقیر المستغیث المستجیر الوجل المشفق المقرالمعترف بذنوبی اسالک مسئلة المسکین و ابتهل الیک ابتهال المذهب الذلیل وادعوک دعاء الخائف الخریر من خضعت لک رقب وفاضت لک عیناه وذل جسده ورغم رنفه لک اللهم لاتجعلنی بدعائک رب شقیا وکن لی رو فا رحیما یا خیر المسئولین ویا خیر المعطین .

اے اللہ تو میری بات سن رہا ہے اور تو میری جگہ کو دیکھ رہا ہے تو میری چھپے اور کھلے کو جانتا ہے میری کوئی بات تجھ سے چھپی ہوئی نہیں میں مصیبت زدہ ہوں، محتاج ہوں، تجھ سے فریادی ہوں تیری پناہ چاہتا ہوں پریشان ہوں خوفزدہ ہوں اپنے گناہوں کا اقرار واعتراف کر رہا ہوں تجھ سے بیکس آدمی کی طرح سوال کر رہا ہوں اور گنہ گار اور حقیر انسان کی طرح تیرے سامنے گڑگڑا رہا ہوں اور تجھ سے خوف زدہ ہوں اور آفت رسیدہ آدمی کی مانند سوال کرتا

ہوں جیسے وہ شخص جسکی گردن تیرے سامنے جھکی ہوئی ہو اور اسکی آنکھیں تیرے لئے بہہ پڑی ہوں اور اسکا جسم تیرے آگے فروتنی کیے ہوئے ہو اور اپنی ناک تیرے سامنے رگڑ رہا ہو۔ اے اللہ تو مجھے اپنے سے دعا مانگنے میں ناکام نہ رکھ اور تو میرے حق میں بڑا مہربان نہایت رحم والا بن جا۔ اے تمام مانگنے جانے والوں سے بہتر اور سب دینے والوں سے اچھا۔'' اس اثنا میں لوگ حج کے مسائل بھی پوچھتے رہے کچھ نجدیوں نے پوچھا کہ حج کیا ہے آپ نے فرمایا کہ حج عرفات میں ٹھہرنے کا نام ہے جو شخص دس ذی الحجہ کی صبح سے پہلے یہاں آجائیگا اسکا حج ہوجائیگا یہیں پر خطبہ حجۃ الوداع کے بعد سورہ مائدہ کی مندرجہ ذیل آیت شریفہ نازل ہوئی۔

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ
وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا .

۵/۳

''آج میں نے تمہارے لئے اسلام کو دین کی حیثیت سے پسند کرلیا''

سورج ڈوبنے کے بعد آپ ﷺ عرفہ سے مزدلفہ کے لئے روانہ ہوگئے راستہ میں پھر آپؐ تلبیہ کرتے رہے آپؐ نے لوگوں کو تیز چلنے سے منع فرمایا اور کہا لوگوں سکون واطمینان سے چلو دوڑنا کوئی ثواب کی بات نہیں مزدلفہ میں آپؐ نے حضرت بلالؓ کو اذان کا حکم دیا اذان کے بعد آپ کھڑے ہوئے اور مغرب وعشاء کی نماز ایک اذان اور دو اقامت سے اکٹھی ادا کی فرض کے علاوہ اور کوئی نماز ادا نہیں کی اس کے بعد آپ لیٹ گئے اور صبح تک سوئے۔

دس ذی الحجه فجر کی نماز اول وقت پڑھی پھر آپ سواری پر بیٹھے اور مشعر الحرام آئے۔ یہاں قبلہ کی طرف رخ کر کے آپ دعا وتضرع کرتے رہے یہاں تک کہ پورا اجالا ہوگیا سورج نکلنے سے پہلے مزدلفہ سے روانہ ہوئے آپ برابر تلبیہ کرتے رہے فضل بن عباسؓ (جو اونٹنی پر آپؐ کے پیچھے بیٹھے تھے) کو آپؐ نے حکم دیا رمی جمار کے لئے یہاں سے کنکریاں اٹھالے جب آپؐ وادیٔ محسّر (جہاں پر اصحاب فیل یعنی ابرہہ کے لشکر پر خدا کا عذاب نازل ہوا تھا) پہونچے تو لوگوں سے کہا کہ یہاں سے تیزی سے گذر جاؤ آپؐ نے اپنی اونٹنی بھی تیز کر دی آپؐ منیٰ پہونچ گئے پھر آپؐ جمرۃ العقبہ آئے۔ یہاں آپ اس طرح کھڑے ہوئے کہ مکہ آپکے بائیں جانب تھا اور منیٰ دائیں جانب پھر آپؐ نے سواری پر بیٹھے ہوئے سورج نکلنے کے بعد ایک کے بعد ایک سات کنکریاں ماریں جسکو رمی کہتے ہیں۔ ہر کنکری کے ساتھ آپ تکبیر کہتے جاتے تھے رمی جمار کے بعد آپ نے تلبیہ موقوف کیا اس کے بعد منیٰ واپس ہوئے اور منیٰ میں ایک طویل خطبہ دیا منیٰ میں مقام نحر (قربانی کی جگہ) پر گئے یہاں پر آپ نے تریسٹھ اونٹ ذبح کئے (آپکی عمر بھی تریسٹھ سال ہوئی) اس کے بعد حضرت علیؓ کو حکم دیا کہ سو میں جو کمی ہے وہ تم پورا کر دو اور (۳۷) اونٹ حضرت علیؓ نے ذبح کئے قربانی کے بعد نائی (معمر بن عبداللہ) کو بلا کر اپنے بال منڈوائے اس کے بعد احرام کی چادر اتار کر کپڑے پہنے اور خوشبو لگائی آپ نے فرمایا قربانی نحر کے علاوہ کسی اور مقام پر بھی ہوسکتی ہے قربانی کا گوشت آپ نے تھوڑا سا پکوا کر نوش فرمایا اور

باقی خیرات کر دیا اور لوگوں سے کہا کہ قربانی کا گوشت خود بھی کھاؤ اور لوگوں کو بھی کھلاؤ آپؐ اپنی سواری پر بیٹھ کر مکہ روانہ ہوئے دس ذی الحجہ ہی کو آپؐ مکہ پہونچے اور ظہر سے پہلے طوافِ افاضہ (طواف زیارت) کیا اس طواف میں رمل اور اضطباع نہیں کیا اور نہ سعی کی اس کے بعد آپ زمزم کے کنویں کے پاس گئے اور کھڑے ہو کر آب زمزم پیا اس کے بعد آپ اسی روز منیٰ میں گئے اور رات وہیں گذاری۔

گیارہ ذی الحجه گیارہ ذی الحجہ کو رسول اللہ ﷺ نے منیٰ میں سورج ڈھلنے کا انتظار کیا اور جب زوال کا وقت آیا تو آپؐ سواری سے اترے اور رمی جمار کے لئے گئے پہلے آپؐ نے جمرۃ الاولیٰ پر ایک کے بعد ایک سات کنکریاں ماریں اور دیر تک دعا کی اور اس کے بعد جمرۃ الوسطیٰ پر اسی طرح کنکریاں ماریں اور دیر تک دعا کی اس کے بعد جمرۃ العقبہ کے قریب جا کر سات کنکریاں ماریں آپؐ ہر کنکری پر اللہ اکبر کہتے تھے۔

بارہ تیرہ ذی الحجه آپ منیٰ میں رہے اور قصر نمازیں پڑھاتے رہے تیرہ ذی الحجہ کو زوال کے بعد مکہ کے لئے روانہ ہوئے آپؐ نے وادی بطحا کے ایک خیمہ میں قیام کیا ظہر عصر مغرب عشاء کی نمازیں یہیں پڑھیں رات کو یہیں آرام کیا اور رات کو پچھلے پہر اٹھکر حرم گئے اور کعبہ کا طواف (طواف الوداع) کیا وہیں فجر کی نماز ادا کی اس کے بعد قافلہ کو سفر کا حکم دیا مکہ میں آنحضور ﷺ کا قیام کل دس دن رہا۔

خطبہ حجۃ الوداع:

(۱) لوگو! میں خیال کرتا ہوں کہ میں اور تم پھر کبھی اس مجلس میں اکٹھے نہیں ہوں گے۔

(۲) لوگو! تمہارے خون تمہارے مال، تمہاری عزتیں، ایک دوسرے پر ایسے ہی حرام ہیں جیسا کہ تم آج کے دن کی اس شہر کی اس مہینہ کی حرمت کرتے ہو۔

(۳) لوگو! تمہیں عنقریب خدا کے سامنے حاضر ہونا ہے اور وہ تمہارے سے تمہارے اعمال کی بابت سوال فرمائیگا خبردار میرے بعد گمراہ نہ ہوجانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں کاٹنے لگو۔

(۴) جہالت کی ہر بات میں اپنے قدموں کے نیچے پامال کرتا ہوں جاہلیت کے قتلوں کے تمام جھگڑے ملیامیٹ کرتا ہوں، پہلا قتل پہلا خون جو میرے خاندان کا ہے یعنی ابن ربیعہ بن الحارث جو بن سعد کا دودھ پیتا تھا اور ہزیل نے مارڈالا تھا میں چھوڑتا ہوں جہالت کے زمانہ کا سود ملیامیٹ کرتا ہوں پہلا سود اپنے خاندان کا جومٹاتا ہوں وہ عباس بن عبدالمطلب کا سود ہے وہ سارا چھوڑتا ہوں۔

(۵) لوگو! اپنی بیویوں کے متعلق اللہ سے ڈرتے رہو خدا کے نام کی ذمہ داری سے تم نے ان کو بیوی بنایا اور خدا کے کلام سے تم نے انکا جسم اپنے لئے حلال بنایا ہے۔ تمہارا حق عورتوں پر اتنا ہے کہ وہ تمہارے بستر پر کسی غیر کو نہ آنے دیں لیکن اگر وہ ایسا کریں تو ان کو ایسی ماردو کہ ظاہر نہ ہو اور عورتوں

کا حق تم پر یہ ہے کہ تم ان کو اچھی طرح کھلاؤ اچھی طرح پہناؤ۔

(۶) لوگو! میں تم میں وہ چیز چھوڑ چلا ہوں کہ اگر اسے مضبوط پکڑ لوگے تو کبھی گمراہ نہ ہوں گے وہ قرآن اللہ کی کتاب ہے۔

(۷) لوگو! نہ تو میرے بعد کوئی پیغمبر ہے نہ کوئی جدید امت پیدا ہونے والی ہے خوب سن لو اپنے پروردگار کی عبادت کرو اور پنجگانہ نماز ادا کرو سال بھر میں ایک مہینہ رمضان کے روزہ رکھو مالوں کی زکوۃ نہایت خوشدلی سے دیا کرو خانہ خدا کا حج بجالاؤ اور اپنے صاحب امر کی اطاعت کرو جس کی جزا یہ ہے کہ تم پروردگار کی فردوس بریں میں داخل ہوں گے۔

(۸) قیامت کے دن تم سے میری بابت بھی پوچھا جائیگا تو کیا کہوگے؟ لوگوں نے کہا کہ ہم گواہی دیں گے کہ آپؐ نے پہونچادیا ادا کردیا اور خیر خواہی کی آپؐ نے شہادت کی انگلی آسمان کی طرف اٹھائی اور پھر اسکو لوگوں کی طرف کرتے ہوئے کہا کہ اے اللہ تو گواہ رہ اے اللہ تو گواہ رہ اے اللہ تو گواہ رہ (تین بار فرمایا)۔

(۹) لوگو! سنو اگر کسی کے پاس کوئی امانت ہو صاحب امانت کو لوٹا دو۔

(۱۰) دیکھو جو لوگ موجود ہیں وہ ان لوگوں کو جو موجود نہیں ہیں انکو پہونچادیں کیونکہ بہت سے وہ لوگ جنھیں پہونچایا جائے گا وہ ان لوگوں سے جو سن رہے ہیں زیادہ خوش بخت ہوں۔

آپؐ نے منیٰ میں بھی خطبہ دیا جسمیں میں مندرجہ ذیل باتیں کہیں کسی عربی کو کسی عجمی پر فضیلت نہیں کسی عجمی کو کسی عربی پر فضیلت نہیں کسی کالے کو

کسی سرخ پر فضیلت نہیں فضیلت کا مدار صرف تقویٰ ہے۔
حضور اکرم ﷺ نے اس خطبہ میں اشارہ کر دیا کہ اس اجتماع میں کبھی
ہم اور آپ اکھٹے نہیں ہونگے اور دو ماہ بعد حضورؐ کی وفات ہوگئی۔ جب
آپؐ خطبہ سے فارغ ہوئے تو سورۂ مائدہ کی آیت نازل ہوئی اس سے مراد
یہ ہے کہ آج تمہارا دینی غلبہ مکمل کر دیا اور ہم نے تم پر اپنی نعمتوں کو پورا کر دیا
جنکی تم آرزو کیا کرتے تھے اور اسلام بطور نظام زندگی تجویز کر دیا اب آپ
بلا کسی شرکت غیر اس نظام اسلام کو چلائیں کیونکہ اب مشرک اس اجتماع حج
میں بھی شریک نہ ہوسکیں گے اس خطبہ میں اعلان کر دیا گیا کہ لوگوں کے
حقوق جان و مال عزت اس نظام میں محفوظ ہیں اور عورتوں کے حقوق کو بھی
بہت مستحکم الفاظ میں بیان فرما دیا جاہلیت کے دور کے خاتمہ کا اعلان اس
بات کی دلیل ہے کہ اب علم و آگہی کا دور دورہ ہوگا ہر چیز اب عقل و بینش اور
اسلام کے اصولوں کے روشنی میں دیکھی و پرکھی جائیگی یعنی اب عقل کے دور
کے ابتداء ہے۔ تو ہم پرستی (Superstition) کی کوئی گنجائش نہ ہوگی۔

اسلام سے پہلے چاند سورج ، زمین ، پیڑ ، پودھے، حتی کہ جانوروں تک کہ
پرستش ہوتی تھی اسلام نے آکر بتایا کہ یہ سب چیزیں اللہ کی مخلوق ہیں۔
قابل پرستش صرف اس کی ذات ہے تم ان مخلوقات کی پرستش نہ کرو یہ سب
تمہارے کنڑول میں دیدی گئیں۔ تم ان کے باریمیں غور کرو اس نے اپنے
کلام پاک میں فرمایا کہ ہم نے آفاق میں بھی اور تمہارے نفس میں بھی
نشانیاں رکھی ہیں تا کہ تم سوچو غور کرو انسان نے جب ان کے باریمیں غور فکر

کیا تو نئی نئی ایجادات سامنے آئیں اور دنیا کے ہر شعبہ زندگی میں غور فکر ہوا
اور محیر العقول ایجادات ہوئیں اور انسان چاند ستاروں تک پہونچ گیا۔

اس خطبہ میں آپؐ نے معاملات کو قرآن کریم کے مطابق حل کرنے کا
حکم دیا اور کہا کہ میں تمہارے درمیان اس کتاب کو چھوڑ رہا ہوں اگر مضبوطی
سے اس پر کاربند رہو گے تو کبھی گمراہ نہ ہوں گے اس خطبہ میں ناحق قتل
وغارت گری اور سود کو بھی حرام قرار دیا گیا احکام خداوندی نماز ، روزہ حج ،
زکوۃ ، اگر ان کی اصل روح کیساتھ مقصد کو دھیان میں رکھتے ہوئے ادا
کرو گے اور تمام دوسرے احکام خداوندی صحیح طریقہ پر انجام دو گے تو اس
دنیا میں بھی امن وسکون سے رہو گے اور کامیاب رہو گے اور اس دنیا سے
جانے کے بعد ایک بہت خوبصورت اور پاکیزہ دنیا میں بسائے جاؤ گے
جہاں نہ کوئی غم ہوگا اور نہ افسردگی۔ دین میں سب سے بڑی چیز امانت داری
ہے ہم ہر چیز کو اس کے حقدار تک پہونچا دیں۔ دعوت دین کو بھی ٹھیک اسی
صورت میں جس میں آنحضور ﷺ نے ہم تک پہونچایا ہے دوسروں تک
پہونچانا ہماری ذمہ داری ہے کسی ذات برادری ، رنگ ، نسل ، ملک ، میں کوئی
خصوصیت نہیں اصلی چیز آدمی کے اعمال حسنہ ہیں اللہ کے یہاں اعمال کی
کسوٹی پر ہی ہر چیز کو پرکھا جائیگا اچھے اعمال اللہ کی نگاہ میں لائق تکریم اور
برے اعمال لائق ملامت ہیں

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ ۲/۱۹۸

”اسمیں کوئی گناہ نہیں کہ تم اپنے رب کا فضل بھی تلاش کرو“

فضل کے معنی لغت میں مرتبہ کی بلندی اور برتری کے ہیں ہم عصر
اقوام کے مقابلہ میں ممتاز پوزیشن ہونا بھی اللہ کا فضل ہے زندگی کی
خوشحالیاں اور معاشی فارغ البالیاں بھی فضل کے معنی میں آتے ہیں حج کا
اصل مقصد تو وہی ہے جو اس سے پہلی آیتوں میں بیان کیا گیا ہے اسمیں بھی
کوئی حرج نہیں کہ دنیاوی فائدے بھی حاصل کریں۔

إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَهُدًى لِّلْعَالَمِينَ ﴿٩٦﴾
۳/۹۶

"پہلا گھر جو لوگوں کے لئے بنایا گیا وہی ہے جو مکہ میں ہے برکتوں
والا سارے جہاں کے لئے ہدایت کا مرکز۔"

یعنی اللہ تعالیٰ نے مکہ مکرمہ کو تمام عالم کے لئے ہدایت کا مرکز منتخب
کر دیا مندرجہ بالا آیات اور خطبہ حجۃ الوادع سے واضح ہوتا ہے کہ دنیا کے
تمام مسائل کا حل، منصوبہ بندی، اور تمام اہم فیصلے اور ان کا اعلان اسی مرکز
سے ہونا چاہئے کیونکہ ۹ھ میں سورہ توبہ کی ابتدائی آیات میں جن میں
مشرکین سے براۃ کا حکم نازل ہوا جب مدینہ میں حضور اکرم ﷺ پر نازل
ہوئیں تو آپؐ نے اسکا اعلان حج کے موقع پر حضرت علی اکرم اللہ وجہہ کے
ذریعہ کرایا یعنی اس سال کے بعد مشرکین حج تک کے اجتماع میں بھی شامل
نہ ہوں گے ہم دیکھتے ہیں کہ مشرکین سے براۃ کی آیت مدینہ میں نازل
ہوئیں اور اسکا اعلان حج کا موقع پر اس مرکز سے کرایا گیا اب بھی ہمکو اپنے
تمام مسائل کا حل اس مرکز سے کرنا ہے کیونکہ اس مرکز کو اللہ تعالیٰ نے بین

الاقوامی پوزیشن بخشی ہے اور دنیا کے ہر کونے سے لوگ یہاں اکٹھا ہوتے
ہیں۔اور تمام منصوبوں کا اعلان اسی مرکز سے ہونا چاہئے۔

متحد اسلامی کانفرنس

(United islamic conference)

جیسے مجلس اقوام متحدہ دنیا کے منصوبوں اور فیصلوں کا مرکز ہے اسی طرح
مکہ مکرمہ بھی تمام مسلمانوں کے اہم فیصلوں اور منصوبوں کے اعلان کا مرکز
ہونا چاہئے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خود اسکو مرکز قرار دیا ہے اسلامی کانفرس کو مزید
فعال کیا جائے اور اسکا نام متحدہ اسلامی کانفرس رکھا جائے اور اسکا صدر دفتر
(Headquarter) مکہ کو بنایا جائے کیونکہ یہاں دنیا کے ہر ملک ہر مکتب فکر
(School Of thought) ہر میدان میں مہارت رکھنے والے۔ جیسے
علمائے دین، انجینئر، ڈاکٹر، ماہر قانون، ماہر لسانیات، ماہر زراعت وتجارت
آتے ہیں تو اس موقع کو غنیمت جان کر ہر گروپ کے الگ اجتماعات ہوں
تا کہ دینا بھر کے صاحب رائے اور ماہر ایک دوسرے کے تجربات سے فائدہ
اٹھائیں اور ایک دوسرے کے ساتھ اشتراک کریں عالم انسانیت کے لئے
فائدہ بخش کام کریں اور ان شعبوں میں نمایاں کام انجام دینے والوں کو
انعامات سے بھی نوازا جائے اور ہر حج کے سال کو ہم کسی خاص طبقے کی فلاح
کے لئے مخصوص کردیں جیسے علماء دین کا سال ماہر صحت کا سال ماہر قانون کا
سال صنعت کا سال، زراعت کا سال خواتین کا سال، بوڑھوں کا سال بچوں
کا سال معذوروں کا سال، تعلیم کا سال اور سائنس وٹکنالوجی کا سال کے طور پر

منائے جائیں اوراس سال میں عنوان کے مطابق اس شعبہ پر توجہ دی جائے اوران کے فروغ کے لئے ٹھوس لائحہ تیار کیا جائے۔

اس موقع پر تمام علماء دین کا الگ سے اجتماع ہو وہ دنیا کو درپیش فقہی مسائل کو موجودہ دور کی ضروریات کے مطابق حل کرنیکی کوشش کریں اوران کے نفاذ کا اعلان اس مرکز سے کریں کسی فرد واحد کو یہ حق حاصل نہ ہو کہ وہ انفرادی فتویٰ سے کسی مسئلہ کو حل کرنے کی کوشش کرے جہاں زندگی کے تمام شعبوں میں اجتماعی فیصلوں کو ترجیح دی جاتی ہے وہیں فقہی مسائل پر بھی تمام دنیا کے عالموں کے مشترکہ رائے کو صحیح مانا جائے اور انھیں کے مطابق تمام مسائل کا نفاذ ہو اس طرح حج کا یہ اجتماع حقیقی معنی میں تمام عالم کے خیرو برکت کا باعث بنجائیگا۔

حج کے ایک اجتماع کے بعد دنیا کو دوسرے اجتماع کی بڑی بے تابی سے انتظار ہیگا اوراسی اجتماع میں حصہ لینے کا خواہش مند پورے سال اس اجتماع کی تیاری میں مصروف عمل رہے گا جیسا کہ میں نے شروع میں عرض کیا تھا، کہ حج کے سفر کا ارادہ رکھنے والے کو پہلے ہی سے تیاری شروع کر دینی چاہئے۔اس طرح حج سے دین و دنیا دونوں کے فوائد حاصل ہوں گے۔

حج کے مقام کو اعلان کا مقام اور ہدایت کا مرکز بنانے کی اللہ تعالیٰ کی یہی حکمت ہے کہ یہاں پر لوگ جب عبادت کرنے کے لئے آئیں تو حج کے ارکان کے ساتھ ساتھ اللہ کا فضل بھی تلاش کریں اگراس طرح سے حج کا نظام قائم ہو جائے گا تو تمام دنیا پر حج کی فضیلت عیاں ہو جائے گی، اوراس

کی رحمتوں کا نزول ہم کو تمام دنیا میں دکھائی دے گا۔تمام دنیا اللہ کے عیال کی طرح رہے گی، اور یہ مقام مراسم حج اور مقاصد حج دونوں کے حصول کا ذریعہ بن جائے گا۔

حضورا کرم ﷺ نے فرمایا کہ اے لوگو اللہ نے تمہارے اوپر حج فرض کیا ہے تو تم حج کرو جو شخص اللہ کے لئے حج کرے پھر وہ نہ کوئی فحش بات کرے اور نہ کوئی گناہ کرے تو وہ اپنے گناہوں سے ایسے نکل آئیگا جیسے وہ اس دن تھا جب کہ وہ اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا اور ایک عمرہ کے بعد دوسرا عمرہ کے درمیان میں گناہوں کا کفارہ ہے اور حج مبرور کی جزا صرف جنت ہے۔

حج ایک کامل عبادت ہے اور ہر عبادت کا جوہر اس میں شامل ہے اگر کوئی شخص اصلی روح کیساتھ حج کرتا ہے اور گناہوں سے بچکر اپنی زندگی گزارتا ہے اور اللہ کا فرماں بردار بنکر رہتا ہے اور نوع انسانی کے لئے فلاحی کام کرتا ہے تو اس کے گناہ نیکیوں میں بدل جاتے ہیں اور ایسا ہی ثواب عمرہ کا بھی ہے حج مبرور وہی حج کہلاتا ہے کہ بندہ حج کے دوران بھی فحش باتوں اور گناہوں سے بچے اور حج کے بعد بھی تو ایسے حج کی جزا صرف جنت ہی ہوگی۔

حضورا کرم ﷺ کا ارشاد ہے جب آدمی پاک مال کے ساتھ حج کے لئے نکلتا ہے اور اپنا پاؤں رکاب میں رکھتا ہے تو وہ کہتا ہے **لبیک اللھم لبیک** اس وقت آسمان سے ایک پکارنے والا پکارتا ہے کہ لبیک خوش آمدید تمہارا زادے راہ حلال ہے اور تمہاری سواری حلال ہے اور تمہارا حج مبرور ہے اسمیں گناہ شامل نہیں اور جب آدمی ناپاک مال کیساتھ حج کے لئے نکلتا ہے

اور وہ اپنا پاؤں رکاب میں رکھتا ہے اور وہ کہتا ہے **اللھم لبیک** اس وقت آسمان سے ایک پکارنیوالا پکارتا ہے نہ لبیک نہ خوش آمدید تمہارا زادِراہ حرام ہے، اور تمہارا مال حرام ہے تمہارا حج غیر مبرور ہے۔ (الطبرانی)

جب بھی ہم حج کا ارادہ کریں سب سے پہلی چیز حلال مال یعنی وہ مال جو ہم نے ایمانداری، دیانت داری، اور محنت سے کمایا ہو، ایسی نیک کمائی سے جب آدمی حج کریگا تو فرشتے اسکی آمد پر لبیک کہتے ہیں اور خوش آمدید بھی یعنی گرم جوشی سے استقبال کرتے ہیں، اور حرام مال سے اگر کوئی حج کا قصد کرتا ہے تو فرشتے اسکی آمد پر نہ لبیک کہتے ہیں اور نہ خوش آمدید کہتے ہیں اور اسکا حج بھی غیر مبرور ہوتا ہے حرام مال سے کوئی بھی عمل کیا جائے چاہے وہ حج ہو یا زکوۃ یا خیرات، اللہ پاک کے یہاں وہ قابل قبول نہیں، بلکہ وہ ہمارے لئے خسارہ کا سبب ہوگا۔

ترتیب حج:

(۱) حج کے ارادے سے گھر سے روانگی۔

(۲) حدودِ میقات پر پہونچکر احرام باندھنا (ہندوستان، پاکستان، اور یمن سے جانے والوں کے لئے یلم لم میقات ہے۔

(۳) غسل یا وضو کر کے شہر مکہ میں داخل ہونا۔

(۴) مسجد حرام میں داخل ہونا اور خانہ کعبہ کا طواف مقررہ طریقہ پر کرنا۔

(۵) طواف کے بعد صفا مروہ کے درمیان سعی کرنا۔

(۶) آٹھ ذی الحجہ کو طواف قدوم کر کے منی کے لئے روانگی۔

(۷) نو ذی الحجہ کو عرفات میں جانا اور ظہر وعصر کی نماز ملا کر پڑھنا (اور نمازوں سے پہلے خطبہ سننا)۔

(۸) نو ذی الحجہ کی شب کو مزدلفہ پہونچکر مغرب وعشاء کی نماز اکٹھا پڑھنا رات کو وہاں قیام کرنا۔

(۹) دس ذی الحجہ کو مزدلفہ سے چل کر منی میں آنا، جمرۃ العقبہ پر کنکریاں مارنا قربانی کرنا اور سر کے بال منڈانا۔

(۱۰) دس ذی الحجہ کو سر منڈانے کے بعد طواف زیارت کرنا اور پھر منیٰ واپس آنا اور اگر آٹھ ذی الحجہ کو سعی نہ کی ہو تو صفا مروۃ کے درمیان سعی کرنا۔

(۱۱) گیارہ بارہ ذی الحجہ کو منیٰ میں قیام، تینوں جمرات پر بالترتیب کنکریاں مارنا۔

(۱۲) اب آپ حاجی ہو گئے بارہ ذی الحجہ کو مکہ واپس جا کر طواف کیجئے اور آپ زمزم پی کر خدا کا شکرادا کیجئے۔

اصطلاحات حج

میقات: مکہ سے پہلے کا وہ مقام جہاں سے احرام باندھا جاتا ہے۔

احرام: حج یا عمرہ کی نیت کر کے خاص طرح کا سادہ لباس پہنیں۔

تلبیہ: لبیک اللھم لبیک الی دعا پڑھنا۔

تھلیل: لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ پڑھنا۔

طواف: خانہ کعبہ کے گرد سات چکر لگانا۔ طواف کی کئی قسمیں ہیں مثلا

طواف قدوم طواف زیارت طواف وداع۔

مطاف: خانہ کعبہ کے گرد کی وہ جگہ جہاں گھوم کر طواف کیا جاتا ہے۔

عمرہ: حج اصغر یعنی احرام باندھ کر کعبہ کا طواف کرنا اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کرنا۔

حج افراد: صرف حج کا احرام باندھا وہ شخص مفرد ہے جو اس طرح احرام باندھتا ہے۔

قران: حج اور عمرہ دونوں کا احرام ایک ساتھ باندھنا ایسا کرنے والے کو قارن کہتے ہیں۔

تمتع: حج کے زمانہ میں احرام باندھ کر عمرہ کرنا اور پھر کچھ دنوں کے لئے احرام کھول کر حج کے لئے دوبارہ احرام باندھنا اس شخص کو متمتع کہا جاتا ہے۔

رمل: طواف کے وقت اکڑ کر چلنا اور کندھوں کو ہلانا۔

اضطباع: احرام کی دو چادروں میں سے اوپر والی چادر کو دائیں بغل سے نکال کر بائیں کندھے پر ڈالنا۔

سعی: صفا اور مروہ کے درمیان سات مرتبہ آنا جانا۔

میلین آخضرین: وہ سبز ستون جن کے درمیان سعی کرنے والے کو تیز چلنا ہوتا ہے۔

شوط: کعبہ کے گرد ایک چکر یا صفا و مروہ کے درمیان ایک چکر لگانے کو شوط کہتے ہیں۔

استلام: حجر اسود کو چھونا یا اسکا بوسہ لینا یا دونوں ہتھیلیوں کو اسطرف

کر کے چومنا۔

وقوف: عرفات کے میدان میں اور مزدلفہ میں پہنچ کر کچھ دیر ٹھہرنا۔

رمی: جمراۃ پر کنکریاں پھینکنا، (جمراۃ تین ہیں) جمرہ اولیٰ جمرہ وسطیٰ جمرہ عقبہ۔

تحلیق: قربانی کے بعد بال منڈوانا۔

تقصیر: قربانی کے بعد بال ترشوانا۔

آفاقی: وہ مسلمان جو حج کے لیے حدود میقات کے باہر سے آیا ہو۔

حطیم: خانہ کعبہ کا وہ حصہ جو پہلے اس کا جز تھا مگر اب اس سے باہر ہے۔

حجر اسود: وہ پتھر جو کعبہ کے جنوب مشرقی کونے میں نصب ہے۔

منیٰ: ایک مقام جو مکہ سے تین میل کے فاصلہ پر ہے۔

مزدلفہ: عرفات اور منی کے درمیان ایک میدان جو منی سے بجانب مشرق دو میل کے فاصلہ پر ہے۔

اھل حل: وہ لوگ جو میقات کے حدود کے اندر اور حدود حرم سے باہر رہتے ہیں۔

اھل حرم: مکہ اور حرم میں بسنے والے۔

ھدی: وہ جانور جو قربانی کی نیت سے حاجی اپنے ساتھ لے جاتے ہیں

تقلید: قربانی کے جانور کے گلے میں پٹہ باندھنا

رَفَث: بے ہودہ باتیں کرنا۔

ذِکر

ذکر کے معنی لغت میں یاد کرنا، حفاظت کرنا، اور عزت وشرف کے معنی میں بھی آتا ہے قرآن کریم کی رو سے ذکر اللہ سے مراد ہے، زندگی کے ہر شعبہ اور سفر وحیات کے ہر موڑ پر مشیت ایزدی (قوانین خداوندی) مدنظر رہیں یعنی اللہ کو اتنا یاد کیا جائے کہ وہ ہر مرحلہ اور ہر جگہ ہمارے پیش نظر رہے اور کوئی کام بھی ہم احکام خداوندی کے خلاف نہ کریں۔ ذکر اللہ کرنے سے ہمارا دل منوّر ہو جاتا ہے اور دنیا کا ہر کام اور ہر مرحلہ طے کرتے ہوئے ہم اللہ کی قربت محسوس کرتے ہیں۔

قرآن کریم میں کہا گیا ہے کہ وہ لوگوں کو یاد دہانی کراتا ہے تو یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ یاد دہانی کس چیز کی ہے اللہ تعالیٰ نے رہنمائی کے لئے جو کتابیں صحیفے بھیجے ان سب کی تعلیم اصولی طور پر شروع سے آخر تک ایک ہی تھیں لیکن وہ اپنی اصل حالت میں کہیں باقی نہ رہیں قرآن اسی فراموش کردہ تعلیم کی یاددھانی کراتا ہے، آج ہم تسبیح کے دانوں پر یا انگلیوں کی پوروں پر کچھ الفاظ کے ورد کو ذکر اللہ کہتے ہیں۔ لیکن خدا کی نعمتوں اور اسکی عطایا اور عظمتوں اور کارسازیوں کو دیکھ کر ہمارے دل میں کچھ احساسات پیدا ہوتے ہیں، جو الفاظ کی صورت میں ہماری زبان پر آ جاتے ہیں انکو ذکر اللہ کہتے ہیں

جیسے اللہ اکبر سجان اللہ الحمد اللہ. زمین آسمان چاند سورج کے باریمیں جب ہم سوچتے ہیں کہ یہ تمام کے تمام کس طرح ایک نظام سے بندھے ہوئے ہیں اور اس نظام کے مطابق مصروف عمل ہیں کسی میں ذرہ برابر بھی انحراف کرنیکی جرات نہیں تو ہماری عقل حیران رہ جاتی ہے اور ہم اس مالک کائنات کی صنّائی کارسازی کبریائی اور عظمتوں کو یاد کرتے ہیں تو ایک کیفیت ہمارے دل میں پیدا ہو جاتی ہے اور ہمارے منہ سے ان سب کے لئے کچھ الفاظ نکلتے ہیں وہ ذکر اللہ ہی کے معانی میں آتے ہیں یہ جو تسبیحوں اور انگلیوں کے پوروں پر ذکر اللہ کیا جاتا ہے اسکا بھی یہی مقصد ہے کہ ہم زبان سے اللہ کی بڑائی اور اللہ کی کبریائی اللہ کی پاکی، اللہ کی عظمت، اور اللہ کی وحدانیت کا اتنا ورد کریں کہ وہ ہماری زندگی میں آ جائے اور ہم دنیا کے کسی بھی میدان میں ہوں کوئی بھی کام کر رہے ہوں ہر جگہ اللہ کی موجودگی کا احساس ہمارے دلوں میں رہنا چاہئے۔ چاہے ہم کسی سے معاملات کر رہے ہوں تجارت کر رہے ہوں نوکری یا مزدوری کر رہے ہوں یا کسی سماجی کام میں مشغول ہوں یا ہماری گھریلو زندگی ہو ہر مقام پر ہم اللہ اور اس کے رسول کے بتائے ہوئے اصولوں کو پیش نظر رکھیں ہمارا کوئی بھی عمل ان اصولوں کے خلاف نہ ہو ہماری پوری زندگی کا رخ اللہ کی طرف ہو۔

فاذکرونی اذکرکم وشکرولی ولاتکفرون ۲/۱۵۲

"پس تم مجھ کو یاد رکھو میں تمکو یاد رکھونگا میرا احسان مانو میری ناشکری نہ کرو۔"

جب ہم اللہ کو ہروقت ہر مرحلہ پر یاد رکھیں گے یعنی ہمارا کوئی بھی عمل

احکام خداوندی کے خلاف نہ ہوگا تو اللہ کی نصرت ہمارے ساتھ ہوگی اور ہم کو ہر مقام پر کامیابی حاصل ہوگی اللہ تعالیٰ نے ہمکو اپنی بے انتہا نعمتوں سے نوازا ہے آنکھ، ناک، کان، زبان، منہ، دل، دماغ، اور سب سے بڑی چیز عقل دی ہے اور ہماری زندگی کی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے ایک مکمل نظام بنایا سانس لینے کے لئے صاف ہوا، کھانے کے لئے عمدہ عمدہ پاک صاف غذائیں پیاس بجھانے کے لئے صاف اور شیریں پانی پہننے کے لئے عمدہ عمدہ لباس اور دوسری آسائش کی چیزیں جن کی بھی ہم کو ضرورت ہے وہ سب کی سب اسی کی عطا کردہ ہیں پھر کیوں نہ ہم اس مالک کائنات کو ہر وقت یاد رکھیں اور اسکا شکر ادا کرتے رہیں اگر ان سب نعمتوں سے فائدہ اٹھانے کے بعد بھی ہم کفران نعمت کرتے ہیں تو اس سے بڑا جرم اور کیا ہوسکتا ہے پھر جو بھی سزا ہم کو ملے کم ہے، قرآن شریف میں ارشاد ہے۔

واذتاذن ربکم لئن شکرتم لازیدنکم ولئن کفرتم ان عذابی لشدید۔ ۱۴/۷

''اور اگر تم شکر کروگے تو میں تم کو زیادہ دوں گا اور اگر تم ناشکری کروگے تو میرا عذاب بڑا سخت ہے۔''

جب ہم تمام کام اللہ کے حکموں کے مطابق کریں گے اور ہمارا کوئی بھی کام اس کے حکم کے خلاف نہیں ہوگا اور اللہ کی یاد سے ہمارا کوئی بھی لمحہ خالی نہیں ہوگا تو ہمارے سب کاموں میں خیر خوبی ہوگی ہماری زندگیوں میں امن وسکون ہوگا، اور خوشیاں ہی خوشیاں ہوں گی۔

اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ۱۳/۲۸

''خوب سمجھ لو کہ اللہ کے ذکر سے دلوں کو سکون ہو جاتا ہے''

جب اللہ ہماری زندگیوں میں رچ بس جاتا ہے تو ہمارے تمام کام قانون خداوندی کے مطابق انجام پاتے ہیں اور جو ہم چاہتے ہیں وہ ہمکو مل جاتا ہے تو ہمارا ذہن تناؤ (Tension) سے آزاد رہتا ہے اور کسی بھی قسم کا ذہنی خلفشار نہیں ہوتا۔ ماہر امراض قلب کی اکثر کی رائے یہ ہے کہ (80%) اسّی فیصد امراض قلب ذہنی تناؤ سے ہوتے ہیں۔ جب معاشرہ خوشحال ہوگا اور ہر کام اللہ کے حکم کے مطابق ہو رہا ہوگا تو پوری دنیا پرسکون ہوگی اور ہمارے دلوں کو اطمینان حاصل ہوگا یعنی اللہ کی یاد بہت اچھا مسکن (TRANQUILIZER) ثابت ہوگا اور بہت سی ذہنی بیماریوں سے ہم محفوظ رہیں گے۔

ومن اعرض عن ذکری فان له معیشة ضنکا ونحشره یوم القیمة اعمی ۲۰/۱۲۴

''اور جو شخص میری نصیحت سے اعراض کریگا تو اس کو تنگی سے جینا ہوگا اور قیامت کے دن ہم اس کو اندھا اٹھائیں گے''

جو شخص بھی اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کو یاد کر کے شکر خداوندی ادا نہیں کریگا اور ان نعمتوں کو خدا کے قوانین کے مطابق استعمال نہیں کریگا اور لوگوں کی فلاح و بہبود کے لئے ان نعمتوں کو کھلا نہیں رکھے گا اور اللہ کے قانون اور اس کائنات میں پھیلی ہوئی نشانیوں سے آنکھیں بند کریگا اور ان پر غور فکر نہیں

کریگا تو وہ اس دنیا میں بھی تنگی سے جئے گا اور قیامت میں اسکو اندھا ہی اٹھایا جائیگا اس دنیا میں رہتے ہوئے اس نے آیات پر غور نہیں کیا اسکے حکموں کو نہیں مانا تو وہ اس دنیا میں بھی اللہ کی رحمتوں سے محروم رہے گا اور آخرت میں بھی۔

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا وَّسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ ۳/۴۱

"اور اپنے رب کو کثرت سے یاد کرتے رہو اور صبح وشام اسکی تسبیح کرو"

انسان کو صبح سے شام تک بہت سی چیزوں سے واسطہ پڑتا ہے بہت سی چیزوں کو وہ دیکھتا ہے بہت سی چیزوں کو وہ سنتا ہے، بہت سی چیزوں کو وہ استعمال کرتا ہے، ان سے فائدہ اٹھاتا ہے تو خود بخود اسکے دل میں مالک کائنات کے لئے ایک شکر کا جذبہ ابھرتا ہے اور اسکی زبان سے جذبہ شکر میں جو کلمات ابھرتے ہیں اس کو ذکر کہتے ہیں اور ان نعمتوں کو پاکر اس کے دل میں احسان کا جذبہ پیدا ہوتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ سے یہ وعدہ کرتا ہے کہ اے مالک کائنات جس طرح تو نے مجھے یہ نعمتیں عطا کی ہیں میں ان نعمتوں کو پوری انسانیت کے لئے عام کردوں گا، اور دوسروں تک پہونچانے کا ذریعہ بنوں گا، اور اسکے ساتھ ساتھ تیرے احکامات تیرے بندوں تک پہونچاؤنگا یہی ذکر کی حقیقت ہے یعنی اللہ اور اس کے احکامات سے ہم کسی بھی وقت غافل نہ رہیں۔ اس طرح اللہ کو ہر وقت یاد رکھنا ذکر کثیر کہلاتا ہے اور اس طرح ہماری پوری زندگی اللہ کے رنگ میں رنگ جائیگی (صبغۃ اللہ) اور اس طرح ذکر اللہ کرنے والا صحیح معنی میں ذاکر ہوگا جب اللہ کا ذکر ہم اس حقیقت کے ساتھ کریں گے تو ذکر اللہ پر احادیث میں جو ثواب وانعامات بتائے گئے

ہیں وہ ہمکو ضرور ملیں گے، خانقاہوں میں جو ذکر اللہ کرایا جاتا ہے اسکا مقصد بھی یہی ہے کہ جب زبان سے اللہ کی پاکی اللہ کی بڑائی، اللہ کی عظمت، اسکی وحدانیت کا ورد بار بار ہوگا تو یہ زبان سے گذر کر ہمارے دل ودماغ سرایت کرجائے گا اب ہماری زندگی کے سارے کام اللہ کے حکموں کے مطابق ہوں گے ہم کو ہر جگہ اللہ دکھائی دیگا اور جب یہ کیفیت پیدا ہوجاتی ہے تو ہم حقیقی طور پر اللہ کے رنگ میں رنگ جاتے ہیں اس کو معرفت خداوندی بھی کہتے ہیں اور ہم اللہ کے اس وعدہ کے مستحق قرار پائینگے۔

وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۳/۱۳۹

"تم ہی غالب رہو گے اگر تم مومن ہو"

اور دوسری جگہ ارشاد ہے

اِنْ يَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ وَاِنْ يَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِيْ يَنْصُرُ كُمْ مِّنْ بَعْدِهِ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۔ ۳/۱۶۰

"اگر اللہ تمہارے ساتھ دے تو تم پر کوئی غالب نہیں آسکتا اور اگر وہ تمہارا ساتھ چھوڑ دے تو اس کے بعد کون ہے جو تمہارا ساتھ دے"

آج ہم دیکھتے ہیں کہ مسلمان ساری دنیا میں مغلوب دکھائی دے رہا ہے ہم کو یہ سوچنا ہے کہ آخر کیا وجہ ہے کہ ہم دوسروں سے مغلوب ہیں ہر مقام پر سراپا شکایت ہیں اپنی ناکامیوں کا دوسروں کو ذمہ دار ٹھہراتے ہیں جبکہ اس کے ذمہ دار ہم خود ہیں ہم نے اللہ کی رسی کو چھوڑ دیا ہے ہم نے اس کے کلام کو صرف ثواب سمجھ کر پڑھا ہے اس نے اپنے کلام میں جو غور اور تدبر

کی دعوت دی ہے اس سے ہم نے اپنی آنکھیں بند کررکھی ہیں جس کی وجہ سے ہم حقیقی ذکر سے محروم ہیں۔ ہمارے تمام کام احکامِ خداوندی کیخلاف ہوتے جارہے ہیں ہماری عبادتیں بے روح ہوگئی ہیں ہم زبان سے تو ذکر اللہ کررہے ہیں مگر اللہ ہماری روح میں موجود نہیں جیسے جسم کی روح نکلنے کے بعد بدبو پیدا ہوجاتی ہے اس طرح ہماری عبادت کی روح نکلنے کی وجہ سے ہمارے اعمال میں تعفن اور بے حسی پیدا ہوگئی ہے جسکی وجہ سے ہماری زندگی بھی مصائب سے خالی نہیں اور ہم نے اپنے آس پاس کے لوگوں کو بھی مصائب میں مبتلا کردیا ہے ہماری خرابی کی سزا ہمارے بگاڑ کی سزا پورے معاشرہ کو بھگتنی پڑرہی ہے۔ لوگ ہمارے قریب آنے سے بچنے لگے ہیں پہلے مومن ہونا اس بات کی ضمانت ہوتی تھی اور لوگوں کو یہ یقین تھا کہ اس قوم سے ہم کو فائدہ کے سوا کچھ نہ ملے گا ہمارے اعمال اچھے ہونے کیوجہ سے ہماری اندر کشش تھی ہماری عبادتوں میں صحیح روح ہونے کی وجہ سے اسکی خوشبو سے لوگ ہماری طرف کھنچے چلے آتے تھے جہاں جاتے تھے لوگ جوق درجوق ہمارے کارواں میں شامل ہوتے چلے جاتے تھے کیونکہ لوگ ہم سے فیض کی امید رکھتے تھے۔

وَاَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْاَرْضِ ۱۷/۱۳

”جو چیز انسانوں کو نفع پہونچانے والی ہے وہ زمین میں ٹھہر جاتی ہے“

یعنی زمین پر وہی باقی رہتا ہے جو نوع انسانی کے لئے نفع بخش ہو آج ہم نے نفع بخشی کی صلاحیت کھودی ہے اور دوسروں کے لئے مسئلہ

(Problem) بن رہے ہیں اس لئے مٹائے جارہے ہیں ہمکو سب سے پہلے یہ سوچنا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے رجسٹروں میں ایمان والے درج ہیں یا نہیں اپنے موجودہ حالات کو دیکھتے ہوئے جواب ملے گا شاید نہیں۔

ہم کو کیا کرنا چاہئے: سب سے پہلے ہم کو اپنی عبادات میں جان ڈالنی ہے اور سچے عابدوں ذاکروں میں اپنے آپکو شامل کرنا ہے اللہ نے جو احکامات حضور اکرم ﷺ کے ذریعہ بھیجے ہیں اور آپؐ نے ان پر عمل کرکے دکھادیا ہے اور صحابہ کرامؓ نے ان پر عمل کرتے ہوئے آگے بڑھایا ہے ہم کو ان پر گامزن ہونا ہے اور دنیا کو اپنی نفع بخشی ثابت کرنی ہے یعنی اپنے ہر عمل کو باروح بنانا ہے اگر ہماری عبادت ہمارا ذکر واذکار باروح ہوگئے تو ہمارے ذکر اللہ کی صداؤں سے جو گونج پیدا ہوگی اور جو خوشبو پھوٹے گی ،تو لوگ ہماری طرف دوڑے چلے آئینگے اور ہمارے پاس آکر راحت وسکون محسوس کریں گے لوگوں کیلئے نفع بخش ہونا ہی سب سے زیادہ قیمتی چیز ہے اور یہی اللہ کو سب سے زیادہ پسند ہے خدمت خلق ہی سب سے بڑی عبادت ہے۔

غور وفکر عمدہ ذکر

بروایت حضرت ابو ہریرہؓ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ایک گھڑی کا سوچنا ستر سال کی عبادت سے بہتر ہے (حدیث) اللہ کی بنائی ہوئی چیزوں میں غور کرنا بہت بڑی عبادت ہے اللہ تعالیٰ نے کلام پاک میں تقریباً سات

سوچھپن آیتوں میں غور وفکر کرنیکی دعوت دی ہے غور فکر سے ہرنئی چیزیں
وجود میں آتی ہیں اور اللہ کی کارسازی کے جلوے دیکھنے کو ملتے ہیں اللہ کی
معرفت حاصل ہوتی ہے غور وفکر ہی سائنس کی بھی بنیاد ہے اگر نیوٹن
(Newton) سیب کے پیڑ کے نیچے بیٹھ کر یہ نہ سوچتا کہ یہ سیب پیڑ سے ٹوٹ
کر نیچے کیوں آیا اوپر کیوں نہ چلا گیا تو نیوٹن کو زمین کی کشش کا قانون
(Law of Gravitation) نہ معلوم ہوتا اور دنیا میں ہمکو جو مادی ترقی
دکھائی دے رہی ہے وہ نہ نظر آتی لوگ چاند ستاروں تک نہ پہونچتے اسی
طرح دوسرے سائنس کے قانون نہ معلوم ہوتے سائنس کی دریافتوں سے
کس قدر فائدے ہوئے اور ہورہے ہیں وہ ہمارے سامنے ہیں اور مزید
ترقی کے ساتھ لوگ فائدہ اٹھاتے رہیں گے۔ دیکھا کہ ایک گھڑی کی سوچ
کتنے بڑے فائدے کا موجب ہوتا ہے اور اگر وہ موجد خدا پر ایمان بھی رکھتا
ہوتو اسکا ثواب ستر سال کیا قیامت تک اسکو ملتا رہیگا۔

خداکی ذرہ نوازی: یہ کہا جاتا ہے کہ اللہ ذرہ نواز ہے اب ہم
دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایک ذرہ سے کیسے نواز دیتا ہے کسی شخص نے ایک کام
کیا جس سے پوری انسانیت فیض یاب ہوتی ہے اور تاقیامت فیض یاب
ہوتی رہے گی تو یہ اسکا ایک کام ہی اسکے لئے بخشش کا ذریعہ بنجائیگا (اس کو
کہتے ہیں ذرہ نوازی) اسکا یہ کام اتنا وزنی ہوگا کہ اس کے نیک اعمال کے
پلڑے کو جھکا دیگا اور اسکے تمام گناہوں کو زائل کردیگا شرط صرف ایمان ہے
،ایک حدیث میں حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ اللہ کی ذات میں غور نہ کیا

کروکیونکہ وہ تو وراوالورا ہے اس کی مخلوق میں غور کیا کرو۔ (حدیث)
ذکر اللہ یہی ہے کہ اللہ پر کامل یقین رکھتے ہوئے اللہ کی بنائی ہوئی
چیزوں میں غور کریں جب ہم اسکی مخلوق (Creation) کے بارےمیں غور
کرینگے تو اس کی عجیب وغریب کارسازیاں سامنے آئیں گی اور اسکی نعمتوں
وعظمتوں کا ظہور ہوگا۔ جن کو پانے کے بعد ہمارے دل میں جو جذبہ شکر اور
احساسات پیدا ہونگے اسوقت جو کلمات ہماری زبان سے نکلتے ہیں وہی حقیقی
معنی میں ذکر اللہ ہوگا اور اس سے جو ثواب حاصل ہوگا اس سے تمام زمین
وآسمان بھر جائیگا۔

أَلَمْ تَرَوْا أَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ
وَأَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهُ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً ۳۱/۲۰

"کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ نے تمہارے کام میں لگا دیا ہے جو کچھ آسمانوں
میں ہے، اور زمین میں ہے اور اسی نے ایسی کھلی اور چھپی نعمتیں تم پر تمام کردیں"

ہم دیکھ رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمام کائنات کو انسان کے کنٹرول
میں دیدیا۔ ہر شئے ہماری خدمت میں مشغول ہے سورج، چاند، زمین،
آسمان، تمام سیارے اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے سب کا سب انسان
کے لئے ہے اور انسان ان سے فائدہ اٹھا رہا ہے پوری کائنات وہی کر رہی
ہیں جسکا مالک کائنات نے اسکو حکم دیدیا یہی اسکی تسبیح ہے یہ اسکا ذکر ہے یہ
کائنات ذرہ برابر بھی اس سے انحراف (Deviation) نہیں کرتی اور سب کا
کام یہ ہے کہ وہ انسان کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں۔ ہوا، پانی، آگ،

رزق، تمام معدنیات اس کے علاوہ کائنات کی ہر شئے سب کے سب انسان کو فائدہ پہونچاتے ہیں۔ کچھ چھپے ہوئے رازوں سے پردہ اٹھا کر انسان نے نئی نئی ایجادات کی ہیں اوران سے فائدہ اٹھا رہا ہے اور کچھ راز ایسے ہیں جو ابھی فطرت کے پردوں میں نہاں (HIDDEN) ہیں ان سب کو بھی آہستہ آہستہ عریاں ہونا ہے جب ہم اللہ کی ان سب نعمتوں پر غور کرتے ہیں تو ہمارا دل اس کے شکر کے جذبہ سے سرشار ہوجاتا ہے اور ہماری زبان سے بے ساختہ نکلتا ہے سبحان اللہ، الحمد اللہ، اللہ اکبر، دل سے نکلے ہوئے یہ کلمات اللہ کا ذکر ہے۔

رہ گئی رسمِ اذاں روحِ بلالی نہ رہی
فلسفہ رہ گیا تلقین غزالی نہ رہی
اقبالؔ

دعا

لغت میں دعا کے معنی ہیں کسی کو پکارنا، کسی کو اپنی طرف راغب کرنا، قرآنی معنی میں خدا کو پکارنا، اور خدا کی مدد چاہنا، ہر مصیبت کے وقت اور ہر مرحلہ پر اللہ کو یاد رکھنا اور اس کو پکارنا دعا ہے جب ہم کسی کام کا آغاز کرتے ہیں تو ہم پڑھتے ہیں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اللہ کے نام سے جو بہت بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے یعنی ہم ہر کام کا آغاز اللہ کے مبارک نام سے کرتے ہیں جب ہم کسی بھی کام کو اس مبارک نام سے شروع کرتے ہیں تو ساتھ میں اسکا بھی عزم کرتے ہیں کہ میں اس کام کو اللہ کے حکم کے مطابق کروں گا تو اسکے کام میں اللہ کی مدد شروع ہوجاتی ہے ہم اس کام کو بڑی دیانت داری اور بڑی محنت سے کرتے ہیں جب کوئی بھی کام اس کے نام نامی سے شروع ہوتا ہے اور ہم اس کام میں اللہ کی مرضی کو مدنظر رکھتے ہیں تو اس کام میں کامیابی یقینی ہوجاتی ہے کوئی بھی مشکل ہمارے سامنے آتی ہے تو ہم ثابت قدم رہتے ہیں اور ہر حال میں اسکا شکرادا کرتے ہیں۔

فَاذْكُرُونِيٓ أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ ۱۵۲ ۲/۱۵۲

"مجھکو یاد رکھو میں تم کو یاد رکھوں گا اور میری شکرگذاری کرو میری نافرمانی نہ کرو"

جب ہم مسرت وشادمانی، اور مصیبت و پریشانی ہر حال میں اللہ کو پکارتے رہیں گے اور اسکے حکموں پر چلتے رہیں گے اور اسکی حکم عدولی نہ

کریں گے تو فتح وکامرانی ہمارے قدم چومے گی جب دعا کی قبولیت کے
لئے جو ذرائع واسباب اور طریقہ جو اللہ تعالیٰ نے ہمکو بتائے ہیں ہم انکو
اپناتے ہیں اور پھر اللہ کی بارگاہ میں گڑگڑاتے ہیں تو وہ دعا ضرور قبول ہوتی
ہے اسمیں کوئی شک کی گنجائش نہیں۔

دعا بھی صرف عزائم کا ساتھ دیتی ہے
دوائے درد بھی ڈھونڈو وفقط دعا نہ کرو
اقبال عظیم

حضرت ربیعہؓ حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں رات گذارتے تھے
اور تہجد کے وقت پانی اور دوسری ضروریات مثلاً مسواک، مصلیٰ، وغیرہ رکھتے
تھے ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ نے انکی خدمات سے خوش ہوکر فرمایا ربیعہؓ
مانگ کیا مانگتا ہے حضرت ربیعہؓ نے عرض کیا یارسول اللہ جنت میں آپکی
رفاقت آپ ﷺ نے فرمایا اور کچھ، یا بس یہی چیز مطلوب ہے؟ آپؐ نے
فرمایا اچھا میری مدد کی جو سجدوں کی کثرت سے۔ اس روایت میں یہی بات
بتائی گئی ہے کہ صرف دعا پر بھروسہ کرکے بیٹھنے سے دعا قبول نہیں ہوجائیگی
بلکہ اس کے لئے عمل کرنا ضروری ہوگا۔ حضور اقدس ﷺ نے جنت کی شرط
سجدوں کی کثرت یعنی نماز کی کثرت اور اللہ کے تمام حکموں کے سامنے
سر تسلیم خم کردینا ارشاد فرمائی ہے، شرط کو پورا کئے بغیر دعا پر بھروسہ کرکے بیٹھ
جانا سراسر نادانی ہے کیونکہ اس دنیا کو اللہ رب العزت نے اسباب کے پردہ
میں رکھا ہے۔

اگرچہ اللہ پاک کو یہ قدرت حاصل ہے کہ وہ بغیر اسباب بھی دعا کو پورا
کرسکتا ہے مگر وہ ایسا کرتا نہیں ہر عمل کی اللہ تعالیٰ نے قیمت مقرر کی ہے، جب
تک وہ قیمت ادا نہیں کی جائیگی تو وہ چیز بھی حاصل نہیں ہوگی جنت کی قیمت
اللہ تعالیٰ نے اپنے حکموں کے آگے جھک جانا رکھی ہے ہم ہر جگہ ہر کام میں
اللہ کے حکموں کو مدنظر رکھیں گے تو ہم ضرور اس خوبصورت شہر جنت میں
بسائے جائیں گے جو باغوں اور نہروں اور تمام آسائش سے بھرپور ہے۔ جو
اللہ نے اپنے صالح لوگوں کے لئے بنائی ہے اس لئے حضور اقدس ﷺ
نے حضرت ربیعہؓ کو سجدوں کے کثرت کی تلقین فرمائی اگرچہ حضور ﷺ کی
دعا اس بات کی ضمانت تھی کہ حضرت ربیعہؓ حضور ﷺ کے رفیق جنت ہوں
لیکن پھر بھی آپؐ نے عمل کی تلقین کی کیونکہ اسلام یہی سکھاتا ہے کہ پہلے عمل
کرو پھر نتیجہ کی امید رکھو کیونکہ دنیا میں جو کچھ ملتا ہے وہ اللہ کا انعام ہوتا ہے
جس سے اس کو آزمایا جائے کہ وہ شکرگزار بندہ بنتا ہے یا نافرمان۔ جنت
آدمی کا استحقاق ہوگی وہ ان نیک کاموں کا اجر ہوگا جو اس نے دنیا میں کئے
تھے۔

لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ ۭ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ
بِشَيْءٍ اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَاۗءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ ۭ وَمَا
دُعَاۗءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ۝ ۱۳/۱۴

"سچا پکارنا صرف خدا کے لئے ہے اور اس کے سوا جن کو لوگ پکارتے
ہیں وہ انکی اس سے زیادہ دادرسی نہیں کرسکتے جتنا پانی اس شخص کی کرتا ہے جو

اپنے دونوں ہاتھ پانی کی طرف پھیلائے ہوئے ہو۔ تاکہ وہ اس کے منہ
تک پہونچ جائے اور وہ اس کے منہ تک پہونچنے والا نہیں۔ اور منکرین کی
پکار سب بے فائدہ ہے۔''

خدا کے علاوہ دنیا کی کوئی طاقت انسان کی مددگار نہیں ہوسکتی مدد صرف
خدا ہی کرسکتا ہے اس لئے ہمکو چاہئے کہ ہم اسی سے مدد طلب کریں اگر کوئی
پانی کے کنارہ بیٹھ کر اپنے دونوں ہاتھوں کو پھیلا کر پانی پانی پکارتا رہے تو وہ
اس کے منہ تک نہیں پہونچ سکتا جب تک وہ ہاتھ بڑھا کر منھ تک نہ لیجائے
دعا اسی کی قبول ہوتی ہے جو دعا کے تقاضوں کو پورا کرے اور جو اس اصول
سے روگردانی کرے اس کی دعا بے فائدہ ہی ہوگی۔

پہلے کامیابی کے لئے جو مادی اسباب وذرائع کی ضرورت ہے انکو اپنایا
جائے پھر اللہ تعالیٰ سے کامیابی کی دعا کی جائے اور اس کے بعد منزل مقصود
کی طرف گامزن ہوا جائے تو کامیابی ضرور ملے گی انشاء اللہ (اگر اللہ نے
چاہا) جب ہم نے مندرجہ بالا اصولوں کو پورا کردیا یعنی انشاء اللہ کے حق کو بھی
ادا کردیا۔ جب ہم نے کسی کام میں انشاء اللہ کو شامل کرلیا تو ہمارے اوپر یہ
ذمہ داری عائد ہوجاتی ہے کہ ہم اس کام کو پورا کرنے کے لئے ایمانداری
کیساتھ جدوجہد کریں اب اللہ وہی چاہے گا جو آپ چاہتے ہیں یعنی اللہ کی
چاہت اس میں شامل ہوجاتی ہے اور اسی کو دعا کا قبول ہونا کہا جاتا ہے۔
جب ہم نے اللہ کے بتائے ہوئے احکام کے مطابق عمل کردیا تو اللہ ہماری
دعا کو ضرور قبول کرلیتا ہے معیار وقت اور حالات کے مطابق اپنے آپکو تیار

کرنا اور پھر اللہ سے مدد مانگنا حقیقی معنی میں دعا کہلاتا ہے۔

وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ
عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ .۸/۶۰

''اور ان کے لئے جس قدر تم سے ہوسکے تیار رکھو قوت اور پلے ہوئے
گھوڑے کہ اس سے تمہاری ہیبت رہے گی اللہ کے دشمنوں پر اور تمہارے
دشمنوں پر''

یعنی وہ قوت مُرہبہ حاصل کرو جس سے دشمنوں پر تمہاری دھاک ہو
یعنی وقت کے معیار اور حالات کے مطابق ہم کو اپنے آپکو تیار رکھنا ہوگا آج
کے دور میں کوئی بھی معرکہ تعداد (Quantity) پر نہیں جیتا جاتا بلکہ
کیفیت (Quality) پر جیتا جاتا ہے جب معیار وقت کے اور حالات کے
مطابق اپنے آپکو تیار رکھیں گے اور پھر خدا کے دربار میں دست بدعا ہونگے
تو پھر خدا کی نصرت ہمارے ساتھ ہوگی اور ہم ہر معرکہ میں کامیاب ہونگے
چاہے جنگی ہو یا معاشی۔ بدر کی لڑائی میں حضور اقدس ﷺ نے وقت اور
معیار کے مطابق تمام جنگی اصولوں کو مدنظر رکھا جسمیں جنگ کے میدان کے
انتخاب میں بھی حضرت خباب بن منذرؓ کی ماہرانہ رائے کا احترام کیا گیا
ہتھیار اور سواریاں گرچہ بہت کم تھے مگر معیار وہی تھا جو فریق مخالف کے
پاس تھا افرادی قوت بہت کم تھی یعنی ۳۱۳ تین سو تیرہ افراد مگر دوسروں سے
ان افراد میں ایک چیز زیادہ تھی وہ تھی ایمانی قوت ایمانی جذبہ یعنی کیفیت
جبکہ کفار کی تعداد تقریبا ایک ہزار سے زائد تھی جو پوری طرح مسلح تھے حضور

اقدس ﷺ نے ان تین سو تیرہ کو بدر کے میدان میں کھڑا کر دیا اور پھر اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے۔

اے اللہ تو نے مجھ سے وعدہ کیا ہے اسکو پورا فرما اے اللہ اگر مسلمانوں کی یہ جماعت ہلاک ہوگئی تو زمین پر تیری عبادت نہ ہوگی۔ اس طرح حضور اقدس ﷺ نے جنگ کے اسباب و ذرائع و اصول سب مہیا کر دئے اور اس مختصر جماعت کو جو اپنی پوری محنت اور جدو جہد سے تیار کی تھی بدر کے میدان میں لاکر کھڑا کر دیا او پھر اس طرح آہ وزاری کی کہ اللہ کی نصرت شامل حال ہوگئی اور مسلمانوں کو فتح مبین حاصل ہوئی دشمنان اسلام کے ستر آدمی قتل کئے گئے اور ستر آدمی قیدی بنائے گئے اور مسلمانوں کو بہت سا مال غنیمت ہاتھ آیا اور مسلمانوں کے صرف چودہ آدمی شہید ہوئے اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ دعا سے پہلے جو اسباب و ذرائع موجود تھے ان کو استعمال کیا گیا اور تین سو تیرہ اصحابؓ کو بدر کے میدان میں لے جا کر کھڑا کر دیا گیا اور اس کے بعد آپؐ نے سجدہ میں گر کر آہ وزاری کی تو اللہ نے اس مختصر جماعت کو کامیابی و کامرانی عطا فرمائی۔

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ۚ ۴۰/۶۰

"اور تمہارے رب نے فرما دیا ہے کہ مجھ کو پکارو میں تمہاری درخواست قبول کروں گا"

جب تمام اسباب و ذرائع اپنا لئے جائیں جو دعا کی قبولیت کے لئے ضروری ہیں اور پھر خدا کو پکارا جائے تو اللہ تعالیٰ اسکی دعا کو ضرور قبول فرمالیتا

ہے جیسے حصول رزق کے لئے اگر دعا کر رہا ہے تو معاشی جدو جہد میں کوئی کمی نہ اٹھا رکھے اگر صحت کے لئے دعا کر رہا ہے تو جو بھی مناسب علاج میسر ہو اسکو استعمال میں لائے اگر کسی امتحان میں کامیابی کی دعا کر رہا ہے تو امتحان کی تیاری میں پوری جدو جہد اور لگن کے ساتھ کرے اس طرح دعا کی شرائط پوری کرنے کے بعد جب دعاء کے لئے ہاتھ اٹھائے جائیں گے تو اس کی قبولیت میں کوئی شک نہیں ہوگا۔

قرآن میں ہو غوطہ زن اے مردِ مسلمان
اللہ کرے تجھکو عطا جدت کردار

اقبالؒ

تلاوت کلام پاک

تجھے کتاب سے ممکن نہیں فراغ کہ تو
کتاب خواں ہے صاحب کتاب نہیں
اقبالؔ

قرآن پاک اللہ کی کتاب ہے جو اللہ نے حضورؐ کے پاس حضرت جبریلؑ کے ذریعہ تیئس (۲۳) سال کے عرصہ میں ضرورت کے مطابق نازل فرمایا پہلی وحی غار حرا (مکہ) میں نازل ہوئی جو سورہ علق کی ابتدائی پانچ آیات ہیں اور آخری وحی ۱۰ھ میں حجۃ الوداع کیوقت نازل ہوئی۔

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ۔ ۵/۳

پورے قرآن شریف میں ایک سو چودہ سورتیں ہیں اور تقریباً چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ آیتیں اور چھیاسی ہزار چار سو تیس الفاظ ہیں جن میں تقریبا سات سو چھپن (۷۵۶) آیتیں ایسی ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے غور وفکر اور تدبر کی دعوت دی ہے اور تقریبا ایک سو چھیالیس آیتیں ایسی ہیں جن میں دیگر احکامات جیسے نماز روزہ حج زکوۃ ،اور دوسرے فقہی مسائل درج ہیں اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کو ایک نصیحت کی کتاب بتایا ہے۔

وَلَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّکْرِ فَھَلْ مِنْ مُّدَّکِرٍ ۔ ۵۴/۲۲

"ہم نے قرآن کو نصیحت کے لئے آسان کر دیا تو کیا کوئی ہے نصیحت حاصل کرنیوالا"

قرآن پاک ایک نصیحت کی کتاب ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے ایک عام آدمی کے لئے بھی آسان بنایا۔ تا کہ وہ اپنے لئے نصیحت کی غذا حاصل کر سکے اور ذی فہم لوگوں کے لئے بھی اسمیں غذا رکھی ہے تا کہ وہ اسکی آیات کو تدبر سے پڑھیں اور غور وفکر کر کے نئے نئے حقائق سامنے لائیں قرآن پاک ایک ایسی کتاب ہے جس کا ایک ایک لفظ اپنے اندر علوم کا خزانہ رکھتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تو بار بار اپنے کلام میں غور وفکر سے اس خزانے کو ڈھونڈ نکالنے کی دعوت دی ہے۔

آج ہم بڑے فخر سے کہتے ہیں کہ دنیا میں سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب "قرآن پاک" ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم اس کتاب کے ساتھ ظلم کر رہے ہیں۔ دنیا کی کوئی بھی کتاب بغیر سوچے سمجھے نہیں پڑھی جاتی۔ قرآن پاک ہی ایک ایسی کتاب ہے جس کو ہم بغیر سوچے سمجھے پڑھ رہے ہیں۔ یہ کتاب ہم ناقدروں کے ہاتھوں رسواء ہو رہی ہے۔ ہم اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی کے لئے قرآن کی رہنمائی کو ضروری نہیں سمجھتے۔ ہم نے بس اسی کو کافی سمجھ لیا کہ عربی الفاظ کی تلاوت کر لی جائے اور ثواب حاصل ہو جائے بس! اس کتاب میں جو خزانے "مدفن" ہیں ان کو ڈھونڈنے کی کوشش ہی نہیں کی تو پھر ان خزانوں سے ہم فیضیاب کیسے ہوں گے۔ اگر کوئی ماہر طبیب ہم کو کوئی نسخہ لکھ کر دے۔ اور ہمیں اس سے شفایابی کا پورا یقین بھی

دلائے مگر ہمارا رویہ اس نسخہ کے ساتھ یہ ہو کہ اسے کسی خوبصورت سے ''غلاف'' میں لپیٹ کر ادب سے رکھ لیں اور تعظیم کے طور سے اس کو سر آنکھوں پر لگا لیا کریں اور بار بار پڑھ بھی لیا کریں۔ تو کیا ایسی صورت میں ہم کو یہ نسخہ کچھ فائدہ پہونچا سکتا ہے؟ فائدہ تو تبھی ہوگا جب ہم اس میں لکھی ہوئی دوائیں صحیح استعمال بھی کریں گے اور پرہیز بھی۔ پھر ہمارا اس مخزن حکمت کے ساتھ یہ رویہ کیوں؟ اگر کوئی سرکاری نوٹس آتا ہے۔ نوٹس کی زبان ہم نہیں جانتے تو ہم اس کو جاننے کے لئے پریشان ہو جاتے ہیں۔ کسی وکیل کے پاس جاتے ہیں اور اس کو سمجھتے ہیں۔ ہم اس نوٹس کا یہ کہہ کر انکار نہیں کر سکتے کہ جس زبان میں وہ نوٹس تھا ہم اس کو نہیں جانتے اس لئے اس پر عمل کے ہم پابند نہیں۔ بلکہ ہم اس پر عمل کرنے اور جواب دینے کے لئے بے چین ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ ہم کو معلوم ہے کہ اگر اس نوٹس کا جواب نہیں دیا گیا اور اس پر عمل نہیں کیا گیا تو حوالات بھی جانا پڑ سکتا ہے۔ لیکن افسوس صد افسوس۔ کہ ہم مالک کائنات کے ''ہدایت نامہ'' کو نہ سمجھنا چاہتے ہیں اور نہ یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ ''ہدایت نامہ'' کیوں نازل فرمایا۔ اور امید کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کے فوائد اور انعامات سے ہم کو نوازدیگا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ ہم قرآن پاک کو اپنا رہنما تسلیم ہی نہیں کرتے۔ اور اگر ہم قرآن کو تدبر سے پڑھتے تو ہم کو پتہ چلتا کہ ہمارے عقائد کیسے ہوں، ہمارے اخلاق کیسے ہوں، کردار کیسے ہوں، معاملات کیسے ہوں، ہمارے ایک دوسرے کے لئے کیا فرائض ہوں، دوستی

کن بنیادوں پر ہو، دشمنی کن بنیادوں پر ہو، مال کیسے کمائیں اور کیسے خرچ کریں، فطرت کے قوانین کو کیسے معلوم کریں، اور ان سے خود بھی فیض اٹھائیں اور پوری دنیا کو بھی اس کا فیض پہنچائیں۔ تسخیر کائنات جس پر قرآن نے بار بار توجہ دلائی اس سے بھی ہم غافل ہیں۔ کیونکہ ہم نے قرآن پاک کو سمجھنے اور تدبر کرنے کی زحمت گوارہ نہیں کی اور ثواب سمجھ کر پڑھتے رہے۔ اصل بات یہ ہے کہ ہم نے قرآن پاک کو پرستش کی چیز مان لیا ہے اور جس چیز کی پرستش کی جاتی ہے اس پر غور و فکر اور تدبر کیا ہی نہیں جا سکتا۔

قرآن پاک کا پڑھنا ہمارے لئے باعث برکت بھی ہے اور باعث ثواب بھی لیکن اگر ہم قرآن پاک کو سمجھ کر پڑھیں گے اور تدبر کریں گے جیسا کہ اسکا حق ہے تو ہر ہر لفظ پر ہمکو دس نیکیاں نہیں بلکہ اتنا اجر و ثواب ملیگا جسکا ہم اندازہ بھی نہیں لگا سکتے اور معرفت الٰہی کے دریا بہنے لگیں گے۔ ہر چیز کو جب ہم گہرائی تک دیکھتے ہیں تو اللہ کی کارسازی ہر ذرہ میں دکھائی دیتی ہے۔

سَنُرِیْهِمْ اٰیٰتِنَا فِی الْاٰفَاقِ وَفِیْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ ۔ ۴۱/۵۳

''ہم ان کو اپنی نشانیاں دکھائیں گے آفاق میں بھی اور خود انکے اندر بھی
یہاں تک کہ ان ان پر ظاہر ہو جائیگا کہ یہ قرآن حق ہے''

جوں جوں زمانہ آگے بڑھتا چلا جائیگا اور دنیا ترقی کی منزلیں طے کرتی ہوئی آگے بڑھتی جائیگی قرآن کے حقائق واضح ہوتے چلے جائیں گے اور قرآن کی ایک ایک بات کی تصدیق ہوتی چلی جائیگی کہ یہ کتاب کسی ایک

زمانہ کی کتاب نہیں بلکہ یہ ہر زمانہ کے لئے ہے یہ چودہ سو سال پہلے کے زمانے میں بھی اپنی حقانیت (Authenticity) رکھتی تھی اور آج بھی اسکی حقانیت برقرار ہے اور اگلے زمانوں میں بھی اسکی حقانیت برقرار رہے گی بلکہ اور زیادہ نکھر کر سامنے آتی چلی جائیگی جن آیات کا مفہوم ہم چودہ سو سال پہلے سمجھ نہ پائے تھے وہ آج کی تحقیقات نے ہمکو سمجھنا آسان کر دیا اور جن آیات کا مفہوم ہم آج نہیں سمجھ پارہے ہیں وہ کل سمجھتے چلے جائیں گے حتی کہ زمانہ کو یہ ظاہر ہو جائیگا کہ قرآن میں درج ایک ایک بات حق ہے۔

اللہ تعالیٰ کے سامنے کل (Past) آج (Present) اور کل (Future) کا نقشہ موجود ہے اللہ تعالیٰ ایک ایک بات سے واقف ہے وہ ماضی، حال، مستقبل، سب کی خبر رکھتا ہے اور ہماری ایک ایک حرکت (Activity) سے وہ باخبر ہے اور اسکا قانون چاروں طرف ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے۔

وَالَّذِیْنَ اِذَا ذُکِّرُوْا بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ یَخِرُّوْا عَلَیْهَا صُمًّا وَّ عُمْیَانًا

۲۵/۷۳

"اور وہ ایسے ہیں جب ان کو انکے رب کی آیتوں کے ذریعہ نصیحت کی جاتی ہے تو وہ ان پر بہرے اندھے ہو کر نہیں گرتے"

عقلمند اور صالح لوگوں کے سامنے جب قرآن مقدس کی آیتیں پیش کی جاتی ہیں تو وہ بڑی توجہ سے سنتے ہیں اور ان پر غور و تدبر کرتے ہیں اچھی طرح سمجھتے ہیں اور وہ کائنات کی ہر خدائی نشانی کو دیکھتے ہیں اور حقیقت سے

آنکھیں بند نہیں کر لیتے اور وہ اندھے اور بہروں کی طرح نہیں ہو جاتے بلکہ ہر خدائی نشان کو عقل کی ترازو میں تولتے ہیں اور فہم سے کام لیتے ہیں۔

کِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَیْكَ مُبٰرَكٌ لِّیَدَّبَّرُوْٓا اٰیٰتِهٖ وَلِیَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝۲۹

۳۸/۲۹

"یہ ایک بابرکت کتاب ہے جو ہم نے تمہاری طرف اتاری ہے تاکہ لوگ اس کی آیتوں پر غور کریں اور تاکہ عقل والے اس سے نصیحت حاصل کریں"

اللہ تعالیٰ نے یہ بابرکت اور نصیحت والی کتاب اس لئے بھیجی ہے تاکہ ہم اسکی ہر ہر آیت پر غور کریں اور ان کے بین السطور معنی کا ادراک کریں اور اندھے بہروں کی طرح اس کو نہ پڑھیں بلکہ تدبر سے اس کے معنی پر غور کریں اور غور و فکر سے لوگوں کے لئے منافع بخش چیزیں وجود میں لائیں۔

کائنات میں اللہ تعالیٰ کی نشانیاں پھیلی پڑی ہیں اللہ تعالیٰ نے ان پر بار بار غور کرنے کی دعوت دی ہے مگر ہم نے قرآن پاک کی آواز پر لبیک نہیں کہا صرف ثواب سمجھ کر دنیا کی اس سب سے قیمتی مخزن علوم (علوم کا خزانہ) کو پڑھتے رہے بیشک اس عظیم اور بابرکت کتاب کو ثواب کی نیت سے پڑھنے کی توفیق بھی ہر کسی کو نہیں ہوتی لیکن اگر اس کتاب کو سمجھ اور تدبر سے پڑھ لیا جائے تو ثواب میں بے انتہا اضافہ ہو جائیگا کائنات کی نشانیوں اور ہمارے اپنے اندر کی نشانیوں پر غور و فکر کی قرآن دعوت دیتا رہا مگر ہم اس کتاب سے صرف فقہی مسائل اور عبادت کے احکامات کی غذا لیتے رہے اور کائنات کی اور انفس کی نشانیوں سے آنکھیں بند کئے رہے دوسری قوموں

نے ان سب نشانیوں کے بارے میں غور وفکر کیا اور محیرّ العقول ایجادات
کیں جن سے ساری دنیا فیض اٹھارہی ہے اگر مسلمان ان سب ایجادات کو
کرتا اور پھر قرآن پاک مستقل اقدار (Permanent values) کے
مطابق انکوتمام عالم کے لئے عام کردیتا تو یہ دنیا آج گلزار بن جاتی اور دنیا
سے تمام ناہمواریاں دور ہوجاتیں اور دنیا ارض جنت بن جاتی ۔ مسلمان اگر
قرآن پاک کوتدبر کے ساتھ پڑھتا تو دنیا کی تمام ایجادات کا سہرا اسی کے
سر ہوتا کیونکہ کائنات پر غور فکر کی دعوت سب سے پہلے قرآن پاک نے دی
چودہ سوسال پہلے چاندسورج اور سیاروں پر غور وفکر کی دعوت قرآن پاک نے
ہی دی اسوقت کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ انسان چاند اور سیاروں تک
رسائی حاصل کرلیگا مگر سوچنے والوں نے اس پر سوچا اور آج انسان چاند اور
سیاروں تک پہونچ گیا۔

ہمکو چاہئے کہ قرآن پاک کو سمجھ کر اور غور وفکر سے پڑھیں اور عبادت
وفقہی احکامات کے ساتھ ساتھ ان سات سوچھپن آیتوں پر بھی توجہ دیں جن
پر حق تعالیٰ شانہ نے توجہ دلائی ہے ہمارے مدارس میں ایک شعبہ تحقیق بھی
قائم ہونا چاہئے تاکہ وہ ان آیات کی روشنی میں کائنات کے علوم کے
بارےمیں تحقیق کریں اللہ تعالیٰ ہم کوقرآن اصل روح کیساتھ پڑھنے کی توفیق
عطا فرمائیں (آمین) جس سے ہم اپنی عبادت کو بھی صحیح روح کے ساتھ ادا
کریں اور اللہ ہم سے کیا چاہتا ہے؟ عبادت کا ثواب کے علاوہ کیا مقصد ہے
اسکو معلوم کریں اور کائناتی علوم پر بھی ہماری توجہ ہو جس دن ایسا ہوگیا اس

دن مسلمان دین ودنیا دونوں میں فلاح وکامیابی پائیگا اور جب دنیا کو اس کے
کارناموں سے فیض پہونچے گا تو لوگ خود بخود اسلام کی طرف دوڑے چلے
آئیں گے۔

جب عمل ہی نہیں تو قرآن میں کیا رکھا ہے
لاکھ قرآن کو سینے سے لگا رکھا ہے

اقبالؔ

شکر

شکر کے معنی اطاعت اور ادائے فرض اور احسان مندی کے جذبات کا اظہار بھی ہے اور نمایاں اور ظاہر کرنا بھی۔

خدا کی نعمتوں کو یاد کر کے اس کا احسان مند ہونا اور اس کا شکر ادا کرنا بہت بڑی عبادت ہے۔ جو شخص اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کو اس کے حکم کے مطابق خرچ کرتا ہے وہ اللہ کا شکر ادا کرتا ہے۔ خدا نے جو نعمتیں عطا فرمائیں ہیں ان کو کھلا رکھنا اور ان سے خود بھی فیض اٹھانا اور دوسروں کو بھی ان نعمتوں سے فیض یاب کرنا اللہ کا شکر ادا کرنا ہے۔

شکر کی کئی قسمیں ھیں:- زبان سے شکر یعنی عاجزانہ تعریف کے ساتھ اللہ کی نعمتوں کا اعتراف کرنا اور ان نعمتوں کو خود بھی جائز طریقہ پر استعمال کرنا اور دوسروں کے لئے بھی اس کو کھلا رکھنا وغیرہ۔

بدن کے تمام اعضاء جیسے آنکھ، ناک، زبان، کان وغیرہ سب کو اللہ کی نعمت سمجھ کر اس کا استعمال خدا کے حکم کے مطابق کرنا ان سے خود بھی فائدہ اٹھانا اور اللہ کی مخلوق کے لئے بھی استعمال کرنا اور ان سب کو اللہ تعالیٰ کا انعام سمجھ کر اس کا شکر ادا کرنا۔

فاذکرونی اذکرکم واشکرولی ولاتکفرون. ۲/۱۰۲

" مجھ کو یاد رکھو میں تم کو یاد رکھوں گا اور میری شکر گذاری کرو میری

نافرمانی نہ کرو۔"

اللہ تعالیٰ کی جو نعمت حاصل ہو اس پر اللہ کا شکر ادا کرنا اور اس نعمت کو جس غرض کے لئے وہ پیدا کی گئی ہے اسی مصرف میں استعمال کرنا شکر خداوندی ہے۔ اگر اس نعمت کا استعمال کسی دوسری غرض سے کیا جائے گا تو یہ کفران نعمت ہوگا۔

لئن شکرتم ولازیدنکم ۱۴/۷

" اگر تم شکر گذاری کرو گے تو تمہیں اور زیادہ دوں گا۔" (اس اضافہ کو برکت بھی کہتے ہیں)

اگر ہم اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کو اس کے حکم کے مطابق مصرف میں لائیں گے تو یہ اللہ کے شکر کے معنی میں آئے گا۔ اس سے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل ہوگی اور وہ نعمت مزید اضافہ کے ساتھ ہم کو لوٹا دی جائے گی۔ جیسے اگر ہم ایک بیج کو کھیتی کے اصولوں کے تحت زمین کو تیار کر کے کھاد اور پانی کی مناسب مقدار کے ساتھ بوئیں گے اور پھر وقت پر پانی اور کھاد دیتے رہیں گے اور فصل کی پوری دیکھ بھال کرتے رہیں گے تو ایک دانہ کے بدلہ میں ہم کو ستر سے سو دانے تک مل جائیں گے۔ کیوں کہ ہم نے زراعت کے تمام اصولوں کو مدنظر رکھا۔ اور دیکھ بھال میں کوئی کوتاہی نہیں کی۔

اس طرح جب ہم اللہ کی دی ہوئی نعمت کو اللہ کے بتائے ہوئے طریقہ پر صرف کریں گے۔ تو اللہ تعالیٰ مزید اضافہ کے ساتھ لوٹا دیں گے۔

ہر کام کو اللہ کے بتائے ہوئے طریقہ پر کرنا یعنی قانون خداوندی کے مطابق

کرنا اللہ کا شکر ہوتا ہے۔خدا کی دی ہوئی نعمتوں میں سب سے پہلے وہ صلاحیتیں آتی ہیں جو خود انسان کے اندر موجود ہیں ان نعمتوں کا صحیح استعمال کرنا اور ان سے تمام مخلوق کے لئے نفع بخش کام کرنا خدا کا شکر ادا کرنا ہے۔سورۂ احقاف میں اس حقیقت کو واضح کیا گیا ہے کہ تم دعا مانگا کرو۔

رب اوزعنی ان اشکر نعمتک التی انعمت علی وعلی والدی وان عمل صالحاً ۴۶/۱۵

''اے میرے رب مجھ کو توفیق عطا کردے کہ میں تیری دی ہوئی نعمتوں کا شکر ادا کروں جو تو نے مجھ پر کیا ہے۔میرے ماں باپ پر کیا ہے اور میں وہ عمل صالح کروں جس سے تو راضی ہو جائے۔''

سورۂ لقمان میں کہا گیا ہے۔

ومن یشکر فانما یشکر لنفسه ومن کفر فان الله غنی حمید.

۱۲/۱۲

''جو شکر کرے گا وہ اپنے ہی لئے کرے گا اور جو ناشکری کرے گا تو اللہ بے نیاز ہے خوبیوں والا ہے''

جو شخص خدا کی دی ہوئی نعمتوں کا استعمال خدا کے حکم کے مطابق کرے گا اور اس کی مخلوق کے لئے کھلا رکھے گا، تو وہ اپنا ہی فائدہ کرے گا۔اور جو اس کے برخلاف کرے گا تو وہ اپنا ہی نقصان کرے گا۔خدا کا کچھ نہیں بگڑتا، خدا کو تمہارے سہارے کی ضرورت نہیں وہ تو قابل حمد وستائش ہے۔خدا کی نعمتوں کا خود بھی بھرپور فائدہ اٹھانا اور خدا کی مخلوق کے لئے بھی اس کو کھلار

کھنا اللہ کا شکر ادا کرنا ہے۔خدا کی دی ہوئی عقل اور سمجھ سے خدائی قانون کے مطابق کسی چیز کا ایجاد کرنا اور پھر اس کو خدا کی مخلوق کے لئے عام کر دینا بھی خدا کے شکر کے معنی میں آتا ہے۔فطرت کے چھپے ہوئے قانونوں کو دریافت کرنا اور نئی نئی ایجادات کرنا اور پھر اس کو لوگوں کے لئے عام کر دینا خدا کا شکر ادا کرنا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم کو یہ توفیق عطا فرمائے کہ ہم اس کا صحیح معنی میں شکر ادا کر سکیں۔

توبہ

توبہ کے معنی ہیں واپس آجانا۔ غلطی کا احساس کرنے کے بعد غلط راستے کو چھوڑ کر صحیح راستے کی طرف لوٹ آنا توبہ کہلاتا ہے۔ اور ایسا کرنے والے کو تائب کہتے ہیں۔ اسی لئے قرآن پاک میں ارشاد ہے۔

فمن تاب و آمن و عمل صالحا ثم اھتدی ۲۰/۸۲

''جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور نیک عمل کرے اور سیدھی راہ پر رہے تو اس کے لئے میں بہت زیادہ بخشنے والا ہوں۔''

اگر ہم کو کسی منزل کی طرف جانا ہے اور راستہ میں دوراہہ پڑتا ہے تو اگر آپکے قدم غلط راستے کیطرف اٹھ گئے اور کچھ دور چل کر آپکو احساس ہو۔ یا آپکو کسی نے آگاہ کیا ہو۔ کہ آپ غلط راستہ پر چل رہے ہیں۔ آپ کو بائی پاس سے دوسری طرف مڑنا چاہئے تھا۔ اب آپ کیا کریں گے۔ آپ واپس پھر اسی دوراہے (بائی پاس) پر لوٹتے ہیں اور پھر صحیح راستے کی طرف چلتے ہیں۔ آپ نے سوچا کہ آپ کو صحیح راستہ پر چلنے کے لئے کیا کرنا پڑا؟

(۱) سب سے پہلے آپ نے اپنی غلطی کا احساس کیا کہ آپ کا قدم غلط راستہ پر اٹھ گیا تھا۔ اگر آپ اسی راستے پر چلتے رہتے تو کبھی بھی اپنی منزل کی طرف نہ پہونچ پاتے آپ کا وقت بھی رائیگاں جاتا اور توانائی بھی۔

(۲) اگر آپ غلطی کا احساس کرنے کے بعد آگے چلنا تو بند کر دیتے۔ لیکن اسی مقام پر ٹھہر جاتے تب بھی آپ منزل مقصود پر نہ پہونچ پاتے۔

(۳) غلطی کا احساس کر کے آپ اسی دوراہے پر لوٹ جاتے ہیں اور وہاں سے اپنا سفر صحیح سمت میں شروع کرتے ہیں۔ اسی دوراہے پر لوٹنا توبہ کہلاتا ہے۔

(۴) صحیح سمت کی طرف سفر شروع کرنا ہی اصلاح ہے۔ یعنی اپنی غلطی کا احساس ہونے کے بعد لوٹنا اور صحیح سمت قدم اٹھانا ہماری غلطی کی تلافی ہے۔

جو غلط راستے سے واپس لوٹ آئے (تابہ) وہاں جا کر یہ تصدیق کر لینا کہ کون سا راستہ صحیح ہے۔ یا کون سا راستہ منزل مقصود کی طرف جاتا ہے۔ (آمن) اور اس راستہ پر چل دیتا ہے۔ (عمل صالحا) تو وہ منزل مقصود تک پہونچ جاتا ہے۔ (اھتدی)

توبہ کے معنی کچھ پڑھ کر خدا سے بخشش مانگنے کے نہیں۔ اس سے مراد گناہ کی تلافی اور اپنی اصلاح کے ہیں۔ جس مقام پر آپ کو اپنی غلطی کا احساس ہوا تھا اگر آپ اس مقام پر بیٹھ کر سو سال بھی اللہ میری توبہ اللہ میری توبہ کا ورد کرتے رہیں گے۔ تب بھی آپ اپنی منزل مقصود پر کبھی نہ پہونچیں گے۔ پہلے آپ کو دوراہے پر لوٹنا ہوگا اور وہاں سے آپ کو صحیح سمت سفر شروع کرنا ہوگا۔ غلط کاموں کے نقصان کی تلافی کی صورت یہ ہے کہ آپ اس کے بعد اتنے اچھے کام کریں کہ نیکیوں کا پلڑا جھک جائے تو اس گناہ کی تلافی ہو سکتی ہے۔

ان الحسنٰت نذھبن السیآت ۱۱/۱۱۴

''یقیناً نیکیاں برائیوں کو دور کر دیتی ہیں۔''

یعنی غلط کاموں کے تخریبی نتائج کی تلافی اچھے کاموں سے ہوتی ہے۔ اعمال حسنہ میں یہ صلاحیت ہے کہ وہ غلط کاموں کے اعمال کے نقصان رساں نتائج کی تلافی کر دیتے ہیں۔ اور اعمال حسنہ وہ ہیں جو احکام خداوندی

کی روشنی میں کئے جائیں۔

مغفرت کے معنی ہیں۔ بندے کی لغزشوں کی سزا سے اس کو بچا لینا جس کا وہ مستحق ہو چکا ہو۔ جب اس طرح سے بندہ تائب ہو جاتا ہے تو یہی اس کی مغفرت ہے جو توبہ کے بعد حاصل ہوتی ہے۔

وَ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَعَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ مِنَ الْمُفْلِحِيْنَ ۲۸/۶۷

"جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک عمل کیا تو امید ہے کہ وہ فلاح پانے والوں میں سے ہوگا۔"

جو غلط راستے سے لوٹ آیا۔ پھر اس بات کا اطمینان کر لیا کہ صحیح راستہ کون سا ہے پھر اس پر چل پڑا۔ تو کامیابیاں اس کے قدم چومیں گی۔ قانون مکافات عمل میں تلافی مافات کی گنجائش رکھنا خدا کی رحمت ہے اس لئے خدا "تواب رحیم" ہے ۲/۲۷

یعنی جو شخص غلط راستے سے مڑ کر صحیح راستے کی طرف اپنا سفر شروع کرتا ہے اس کو اللہ تعالیٰ منزل مقصود تک پہونچا دیتا ہے اور یہ اس کی رحمت ہے۔ خدا انہیں کے لئے تواب رحیم ہے۔ جو غلط راستہ سے لوٹ کر صحیح راستہ اختیار کر لیں۔

الا الذین تابو واصلحو وبینوا فاولئک اتوب علیھم وانا التواب الرحیم ۳/۱۶۰

"جنہوں نے توبہ کی اور اصلاح کر لی اور بیان کیا تو ان کو میں معاف کر دوں گا اور میں ہوں معاف کرنے والا مہربان۔"

غلط کام کے نقصان سے وہی بچ سکتے ہیں جو غلط راستے سے واپس لوٹیں اور پھر نیک عمل کریں۔ اور اس طرح واضح کر دیں کہ وہ پھر غلط روش پر

نہیں چلیں گے۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کی طرف۔ خدا کا قانون مکافات لوٹ کر آتا ہے اس لئے کہ خدا تواب رحیم ہے۔

اس سے ظاہر ہے کہ اصلاح کا امکان اس کے لئے ہے جو اس کا اعتراف کرے کہ اس سے غلطی ہوگئی ہے۔ جو اپنی غلطی کا اعتراف نہیں کرتا وہ اپنی اصلاح کبھی نہیں کر سکتا۔ آدم علیہ السلام سے غلطی ہوئی اور انہیں اس کا احساس ہوا تو وہ پکار اٹھے۔

ربنا ظلمنا انفسنا.... من الخاسرین ۷/۲۳

"اے ہمارے رب ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر تو ہم کو معاف نہ کرے اور ہم پر رحم نہ کرے تو ہم گھاٹا اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔"

ایک غلطی ابلیس سے بھی ہوئی جب اس سے کہا گیا کہ تو نے ایسا کیوں کیا تو اس نے کہا کہ میں نے ایسا کہاں کیا ہے۔

قال رب بما اغویتنی ۱۵/۴۹

"تو نے مجھے گمراہ کیا تو میں غلط راستے پر چل پڑا۔"

یعنی اس کو اپنی غلطی پر ندامت نہیں ہوئی۔ بلکہ باغیانہ تیور دکھائے۔ تو اس کے لئے توبہ کے دروازے بند ہو گئے۔ غلطی کے بعد اس کے تدارک کا امکان خدا کی بہت بڑی رحمت ہے۔ ورنہ اگر صورت یہ ہو کہ جس سے کوئی غلطی ہوگئی وہ ہمیشہ کے لئے راندہ درگاہ ہو گیا اور اس پر تلافیٔ مافات کے دروازے بند ہو گئے تو ایسی ابدی مایوسی سے انسان کی جو نفسیاتی کیفیت ہو سکتی ہے وہ ظاہر ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحیح توبہ کی توفیق عطاء فرمائے۔

(آمین)

مغفرت

غفر کے بنیادی معنی حفاظت کرنا ہے۔ مغفرت کے معنی ہے حفاظت۔ استغفار کے معنی سامان حفاظت طلب کرنا۔ اور غفور، غافر، غفار کے معنی ہیں حفاظت دینے والا اللہ کے احکام کے خلاف جو بھی عمل ہوگا اس کا نتیجہ نقصان یعنی گناہ ہوتا ہے۔ یہ نقصان خارجی یا جسمانی بھی ہوتا ہے یا اس کی ذات کا بھی یعنی اس کی روح کو بھی نقصان ہوتا ہے اگر ایسی زندگی بسر کی جائے جس میں اللہ کے احکام کی خلاف ورزری نہ ہو تو انسان گناہ یا نقصان سے بچ جاتا ہے یہ اقدام طبی اصطلاح میں حفظ ماتقدم (Prophylectic) ہوگا۔ لیکن اگر کبھی لغزش سرزد ہوگئی تو اس سے عائد شدہ نقصان یا گناہ سے تلافی کا امکان بھی اللہ نے رکھا ہے یہ اس کا رحم ہوگا۔ یہ عمل، معالجہ (Curative) کہلاتا ہے دونوں صورتوں میں کچھ ہم کو کرنا ہوگا جس طرح توبہ کسی الفاظ کے دوہرانے کا نام نہیں اسی طرح مغفرت بھی کسی لفظ یا الفاظ کو دوہرانے کا نام نہیں بلکہ یہ خدائی احکام یا قانون خداوندی کے مطابق کام کرنے اور غلط کاموں یعنی گناہوں سے بچنے سے حاصل ہوتی ہے گناہ سے بچنے کے لئے بڑے پختہ ارادے اور ضبط خویش کی ضرورت ہے۔ جیسے بہت سے مرضوں سے محفوظ رہنے کے لئے ٹیکے (Vaccination) کرائے جاتے ہیں جس سے جسم میں مرض سے لڑنے کی صلاحیت پیدا ہوجاتی ہے۔ اسی طرح گناہ

سے بچنے کی قوت یعنی ضبط نفس حاصل ہوجائے تو ہم گناہوں سے محفوظ ہوجاتے ہیں۔ یہ بہت بڑی چیز ہے اس کو تقویٰ کہتے ہیں۔ دوسری صورت یہ ہے کہ اگر آپ کسی مرض میں مبتلا ہوگئے ہیں تو اس کا علاج کرنا ہوگا۔ دونوں صورتوں میں ہم کو کچھ اقدام کرنے ہوں گے یعنی بچاؤ کی صورت اختیار کرنی ہوگی۔ گناہ سے بچنے کا پہلا طریقہ ضبط نفس (Self Control) اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اگر گناہ سرزد ہوگیا تو ایسے نیک عمل کئے جائیں جس سے اس کی تلافی ہوجائے جیسے کسی مرض سے بچنے کے لئے ویکسین (Vaccin) کے ایک یا دو ٹیکے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور انسان تمام عمر یا کچھ سالوں کیلئے مرض سے بچ جاتا ہے ایسے ہی اگر تقویٰ حاصل ہوگیا تو انسان تمام عمر گناہوں سے بچنے کا مغفر یا کوچ پالیتا ہے۔ یہ بات بڑے مجاہدہ سے پیدا ہوتی ہے۔ لیکن اگر وہ مرض میں مبتلا ہوگیا تو اسکو بہت سے ٹیکے لگوانے پڑتے ہیں دوائیں بھی کھانی پڑتی ہیں۔ اسکے بعد بھی اگر جراثیم اتنے قوی ہیں کہ ہمارے ٹیکوں اور دواؤں کو بے اثر کردیں تو ہم ہلاک ہوجاتے ہیں۔ اگر مرض کم مہلک ہے تو ہماری دوائیں اور ٹیکے مرض پر قابو پالیتے ہیں۔ اور ہم بچ جاتے ہیں۔

اسی طرح اگر ہمارے گناہ اتنے زیادہ ہیں کہ وہ نیکی کے پلڑے کو جھکنے نہیں دیتے تو ہمارا ٹھکانہ دوزخ بن جائے گا۔ اور اگر ہم نے گناہ سے زیادہ اچھے کام کرلئے تو ہمارا نیکی کا پلڑا جھک جائے گا تو ہم عیش کے جھولے جھولیں گے۔ اور ہمارا مقام جنت ہوگا یعنی ہماری مغفرت ہوجائیگی پہلا

طریقہ مستحسن طریقہ ہے یعنی تقویٰ۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اس طریقہ سے ہم بچ بھی سکتے ہیں اور پکڑے بھی جا سکتے ہیں۔ گناہ کرنے کے بعد احساس گناہ پیدا ہو جانا اور اس پر نادم ہونا دعاء کہلاتا ہے۔ اور اس گناہ کے تدارک کے لئے جدوجہد کرنا مغفرت کہلاتا ہے جب آدمی دل سے مغفرت چاہتا ہے تو وہ رات دن نیک عمل کرتا ہے اور وہ نیکی کے پلڑے کو جھکا لیتا ہے۔ یعنی اس کی مغفرت ہو جاتی ہے۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے گناہ سرزد ہونے کے بعد اس کے تدارک کا راستہ بھی بتا دیا ہے اس لئے اللہ غفور رحیم ہے اس نے اپنی رحمت کے دروازے کھول دیئے۔ اور اس میں داخل ہونے کا طریقہ بھی بتا دیا اب ان طریقوں پر عمل کر کے جو چاہے اس کی مغفرت کا حقدار اور جنت الفردوس کا مالک بن سکتا ہے اور جو ان طریقوں کو نہیں اپناتا تو اس کا ٹھکانا ''ھاویہ'' یعنی دوزخ ہوگا۔

اللہ تعالیٰ ہم کو اپنے بتائے ہوئے راستہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور اپنے انعام یافتہ لوگوں میں شمار کر لیں اور بھٹکے ہوئے غضب یافتہ لوگوں کی فہرست سے بچا لیں۔ (آمین)

مغفرت حاصل کرنے کے لئے ایمان لازمی شرط ہے۔

وما علینا الا البلاغ